روزنامہ

(ٹیلی فون نمبر 047-6213029) FD-10

الفضل

قائمقام ایڈیٹر : فخر الحق شمس

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

بدھ 21 جولائی 2010ء 8 شعبان 1431 ہجری 21 وفا 1389 ہش جلد 60-95 نمبر 153

شہداء کے ورثا کا خیال

حضرت اسلم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ بازار گیا۔ایک نوجوان عورت ان سے ملی اورعرض کیا اے امیرالمومنین! میرا خاوند فوت ہوگیا اور بچے چھوٹے ہیں۔جن کا فاقہ سے براحال ہے۔نہ ہماری کوئی کھیتی ہے نہ جانور اور مجھے ڈر ہے کہ یہ یتیم بچے بھوک سے ہلاک نہ ہوجائیں۔اور میں ایماء غفاری کی بیٹی خفاف ہوں، میرا باپ حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شامل تھا۔حضرت عمرؓ نے ایک مضبوط اونٹ پر دو بورے غلے کے بھرے لدوائے۔ان کے درمیان دیگر اخراجات کے لئے رقم اور کپڑے رکھوائے اور اونٹ کی مہار اس خاتون کو تھما کر فرمایا ”یہ تو لے جاؤ اور انشاءاللہ اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اور بہتر سامان پیدا فرمادے گا“۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوة الحدیبیه حدیث نمبر:3843)

صبر اور دعائیں کرنے والوں کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے خوشیوں کی خبریں

خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں

سانحہ لاہور کے حوالے سے سیدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایمان افروز ارشاد

ایک بندہ تو خدا تعالیٰ کے آگے ہی اپنا سب کچھ پیش کرتا ہے، جو اللہ کا حقیقی بندہ ہے، عبدِ رحمان ہے، جزع فزع کی بجائے، شور شرابے اور جلوس کی بجائے، قانون کو ہاتھ میں لینے کی بجائے، جب صبر اور دعاؤں میں اپنے جذبات کو ڈھالتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کا حق دار ٹھہرتا ہے......

پس صبر اور دعائیں کرنے والوں کے لئے خدا تعالیٰ نے خوشیوں کی خبریں سنائی ہیں۔اپنی رضا کی جنت کا وارث بننے کی خبریں سنائی ہیں۔اللہ کی راہ میں (۔) ہونے والوں کو بھی جنت کی بشارت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق اس دنیا میں رہنے والوں کے لئے بھی جنت کی بشارت ہے۔ایسے لوگوں کی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول بن جاتی ہیں۔جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی انہی خوبیوں کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ ابتلاؤں میں استقامت دکھاتے ہیں فرشتے ان کے لئے تسلی کا سامان کرتے ہیں۔جب مومنین ہر طرف سے ابتلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں جانوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔اموال کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔عزتوں کو بھی نقصان پہنچایا جاتا ہے یا پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ہر طرف سے بعض دفعہ لگتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی مدد کے دروازے ہی بند ہوگئے ہیں اس وقت جب مومنین بَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ کو سمجھتے ہوئے استقامت دکھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے والے بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جاتے ہیں۔ایک دم ایسی فتح وظفر اور نصرت کی خبریں ملتی ہیں، اس کے دروازے کھلتے ہیں کہ جن کا خیال بھی ایک مومن کو نہیں آ سکتا۔ایسے ایسے عجائب اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے کہ جن کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔پس استقامت شرط ہے اور مبارک ہیں لاہور کے احمدی جنہوں نے یہ استقامت دکھائی، جانے والوں نے بھی اور پیچھے رہنے والوں نے بھی۔پس یقیناً اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا ہے اپنے وعدے پورے کرے گا۔اور دلوں کی تسکین کے لئے جو وعدے ہیں، جو ہمیں نظر آ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ہونے کا ہی نشان ہے۔......

آج ہمارے شہداء کی خاک سے بھی یقیناً یہ خوشبو آ رہی ہے جو ہمارے دماغوں کو معطر کر رہی ہے۔ان کی استقامت ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ جس استقامت اور صبر کا دامن تم نے پکڑا ہے، اسے کبھی نہ چھوڑنا۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ابتلاء کا لمبا ہونا تمہارے پائے استقلال کو ہلا نہ دے۔کہیں کوئی ناشکری کا کلمہ تمہارے منہ سے نہ نکل جائے۔ان شہداء کے بارے میں تو بعض خوابیں بھی بعض لوگوں نے بڑی اچھی دیکھی ہیں۔خوش خوش جنت میں پھر رہے ہیں۔بلکہ ان پر تمغے سجائے جا رہے ہیں۔دنیاوی تمغے تو لمبی خدمات کے بعد ملتے ہیں یہاں تو نوجوانوں کو بھی نوجوانی میں ہی خدمات پر تمغے مل رہے ہیں۔

پس ہمارا رونا اور ہمارا غم خدا تعالیٰ کے حضور ہے اور اس میں ہمیں کبھی کمی نہیں ہونے دینی چاہئے۔آپ لاہور کے وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود کو یہ الہام ہوا تھا کہ ”لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں“۔(الہام 13/دسمبر 1900ء) اور ”لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں“۔(الہام 13/دسمبر 1900ء) پس یہ آپ لوگوں کا اعزاز ہے جسے آپ لوگوں نے قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔خدا تعالیٰ کی رضا کو صبر اور دعا سے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔اور پھر اس تعلق میں بہت سی خوشخبریاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بتائی ہیں۔پس خوش قسمت ہیں آپ جن کے شہر کے نام کے ساتھ خوشخبریاں وہاں کے رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک مسیح کے ذریعہ دی ہیں۔

(روزنامہ الفضل 13 جولائی 2010ء)

احباب جماعت کی خدمت میں دعاؤں کی تحریک

مکرم ومحترم ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ

جیسا کہ احباب کے علم میں ہے حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک لمبے عرصے سے ہمیں دعائیں کرنے اور اپنی حفاظت کے سامان کرنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

سانحہ لاہور کے بعد بھی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں اپنے خطبات میں توجہ دلائی ہے۔امید ہے کہ احباب اس طرف توجہ کر رہے ہوں گے اور دعاؤں میں مصروف ہوں گے۔اس درخواست کے ذریعے خاکسار ایک بار پھر احباب کی توجہ حضور انور کے ارشادات جو دعاؤں اور احتیاط اور حفاظت کے انتظام سے متعلق ہیں کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ ایام بہت خطرناک ہیں، ان ایام میں احباب باقاعدگی سے نمازیں باجماعت ادا کرنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ نماز تہجد کا بھی حتی الامکان اہتمام کریں نیز اپنی استطاعت کے مطابق صدقات بھی دیں اور خاص طور پر ان دعاؤں کے کرنے کا اہتمام کریں جن کے بارے میں حضور انور نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ان میں سے دو دعائیں ذیل میں درج ہیں۔

☆ اللھم انا نجعلک فی نحور ھم و نعوذبک من شرور ھم

☆ رب کل شیء خادمک رب فاحفظنا وانصرنا وارحمنا

اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں میں ہمارے قدموں کو ثبات بخشے۔ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ہمیں اپنے امام کی ہر نصیحت اور ہر حکم کی تعمیل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

حضرت مسیح موعود ایسے حالات میں ثبات اختیار کرنے والوں سے متعلق فرماتے ہیں۔

صادق آں باشد کہ ایام بلا
مے گزارد با محبت با وفا

باقی صفحہ 16 پر

جان قربان کرنے والوں کیلئے سیدنا بلال فنڈ کا قیام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے خطبہ جمعہ 14 مارچ 1986ء میں فرمایا:

......بعض دوستوں کی طرف سے یہ اصرار ہوتا رہا ہے کہ شہدا کے لئے ایک مستقل فنڈ اکٹھا ہونا چاہئے۔ پہلے تو میری طبیعت میں یہ تردد رہا اس خیال سے کہ یہ تو ان کے حقوق ہیں۔ اور جماعت کی جو بھی آمد ہے اس میں یہ اولین حق ان لوگوں کا شامل ہے، اس لئے الگ تحریک کرنے سے کہیں یہ جذباتی تکلیف نہ ان کو پہنچے کہ ہمارا بوجھ جماعت اٹھا نہیں سکتی اُس طرح ہمارے لئے جیسے صدقے کی تحریک کی جاتی ہے۔ اس طرح الگ تحریک کی جارہی ہے۔ اس لئے کافی دیر تردد رہا اور دعا بھی کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ صحیح فیصلے کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن اب مجھے پوری طرح اس بات پر شرح صدر ہو گیا ہے کہ چونکہ یہ ہرگز صدقے کی تحریک نہیں۔ بلکہ جو شخص اس میں حصہ لے گا وہ اعزاز سمجھے گا اس بات کو کہ مجھے جتنی خدمت کرنی چاہئے تھی اتنی نہیں تو ایک بہت ہی معمولی خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور اس لئے کہ بہت سے لوگوں کی طرف سے بے اختیار بار بار اظہار ہو رہا ہے کہ ہم بے چین ہیں ہمیں موقعہ دیا جائے ہم کسی رنگ میں خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ جماعت کی ایسی تربیت ہے کہ انفرادی طور پر ایسے لوگوں کو ایسے خاندانوں سے تعلق رکھ کر کچھ رقمیں دینے کو مناسب نہیں سمجھا جاتا، اس میں کئی قسم کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ذاتی طور پر یہ لوگ کسی کے احسان کے نیچے آئیں۔ اس لئے جن کی تمنا ہے جو اس بات کے لئے تڑپ رہے ہیں کہ ہمیں بھی موقعہ ملنا چاہئے ان کے لئے پھر یہی رستہ باقی رہ جاتا ہے کہ نظام جماعت ان کو موقعہ دے اور وہ جماعت میں اپنی توفیق اور اپنی خواہش اپنی تمنا کے مطابق کچھ نہ کچھ پیش کریں۔

اس لحاظ سے یہ سب باتیں سوچنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آج اس تحریک کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے لئے میں اپنی طرف سے دو ہزار پونڈ سے اس کا آغاز کرنا چاہتا تھا۔ مگر انگلستان کی جماعت کے ایک دوست مجھ سے پہل کر گئے باقی تو مشورے دے رہے تھے انہوں نے ایک ہزار پونڈ کا ساتھ چیک بھجوا دیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے توفیق ان کو دے دی کہ وہ سبقت لے گئے ہیں۔ مگر بہرحال دوسرے نمبر پر میرا نام آجاتا ہے اور اب جس کو خدا تعالیٰ جتنی توفیق عطا فرمائے۔ پوری طرح شرح صدر اور محبت کے جذبے سے جو دینا چاہتا ہے وہ دے گا۔ ادنیٰ سا بھی تردد یا بوجھ ہو تو ہرگز نہ دے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ نہ دے کیونکہ یہ ایسی تحریک نہیں ہے کہ جس طرح چندوں میں بعض دفعہ بوجھ اٹھا کر بھی آپ دیتے ہیں۔ یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے اس میں بشاشت طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبیعت کا دباؤ ضروری ہے دل سے بے قرار تمنا اٹھ رہی ہو ایک خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں۔ پھر خواہ کسی کو آنہ دینے کی بھی توفیق ہو وہ بھی بہت عظیم دولت ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔ تو اس تحریک کا میں اعلان کرتا ہوں اور اسی پر اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ لیکن ختم کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر آپ کو دعاؤں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ دعائیں کرنا اور دعا میں گریہ وزاری کرنا یا ان پیاروں کی یاد میں دل کو نرم پانا یہ کوئی کمزوری نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ لیکن دشمن کے مقابل پر نظر نیچی کرنا اور اپنے مقاصد سے منہ موڑ لینا یا ان میں نرمی پیدا کر دینا یا اپنے عزائم میں کسی قسم کی کمی برداشت کر لینا کسی قسم کی کمزوری برداشت کر لینا یہ مومن کو زیبا نہیں ہے۔ ہر ٹھوکر کے بعد پہلے سے زیادہ عزم ہونا چاہئے، پہلے سے بلند تر حوصلے ہونے چاہئیں، پہلے سے زیادہ سختی برداشت کرنے کے ارادے ہونے چاہئیں، اور اس کے مطابق دعائیں بھی بڑھنی چاہئیں ساتھ ساتھ پس جہاں تک ان لوگوں اور دشمنوں کا تعلق ہے۔ اُن کے لئے یہ آنسو نہیں ہیں اُن کے لئے یہ دل کے درد نہیں ہیں۔ یہ ہمارا اپنے پیاروں کے ساتھ ایک تعلق ہے اور خدا کا اس کے ساتھ تعلق ہے۔

(مرسلہ: سیدنا بلال فنڈ کمیٹی۔ خطبات طاہر جلد 5 ص 220 تا 223)

یہ تو قربان ہو کر امر ہو گئے

دوپہر خوں بکف صف بہ صف ہیں گلاب
ظلم کے سامنے حوصلے بے حساب
آخری سانس میں بھی درود و دعا
موت میں سرخرو، زندگی کامیاب
اک عجب تمکنت سے ہوئے ہیں رواں
سوئے فردوس سارے یہ عزت مآب
ایک معصوم سی چاندنی میں ڈھلے
ان کے پیکر خدوخال اور ولولے
نور کی چادروں میں یہ لپٹے ہوئے
کتنی تقدیس سے سوئے منزل چلے
یہ تو قربان ہو کر اَمر ہو گئے
باپ، بھائی، میاں، ماؤں کے لاڈلے
رنگ لائے گا آخر کو ان کا لہو
یہ گئے مطمئن آتمائیں لئے
رات کٹ جائے گی، ابر چھٹ جائے گا
اپنے دامن میں ان کی وفائیں لئے
دائمی نیند یہ پُرسکوں سو گئے
اپنے آقا کی صدہا دعائیں لئے

مبارک احمد عابد

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

مقام شہادت

سیرت رسولؐ وصحابہ کرامؓ کی روشنی میں

’’قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری تو دلی تمنا اور خواہش ہے کہ میں خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر اس کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر اس کی راہ میں جان دوں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر اس کی راہ میں شہید کیا جاؤں‘‘۔ (بخاری)

شہادت کی یہ بے قرار تمنا نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ باوجودیکہ آپؐ نے نبوت کا انتہائی مقام حاصل کیا۔ آپؐ کی دلی تڑپ یہ تھی کہ ظاہری رنگ میں بھی خدا کی راہ میں مارے جائیں۔ حالانکہ آپؐ ان صلاتی .... کہہ کر پہلے دن سے اپنی جان اپنے مولیٰ کے حضور قربان کر چکے تھے اور آپ کا اپنا کچھ نہ تھا۔ سب کچھ خدا کا ہو چکا تھا۔ اگرچہ الٰہی مصالح اور حکمتوں کی بناء پر آپؐ نے ظاہری شہادت نہیں پائی اور آپؐ کی صداقت کے نشان کے طور پر حسب وعدہ ”واللّٰہ یعصمک من الناس“ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو دشمن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ آپؐ کی حفاظت کی گئی۔ لیکن آپؐ کی سیرت شاہد ہے کہ آپؐ ہمیشہ خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپؐ کا عمل اور نمونہ اس کا زندہ گواہ ہے۔ جنگوں میں اسی بلند رتبۂ شہادت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپؐ اگلی صفوں میں رہ کر اپنے لشکر کی کمان کرتے اور بڑی بے خوفی اور دلیری سے لڑتے تھے۔ صحابہؓ کا بیان ہے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ دلیر اور بہادر وہ سمجھا جاتا تھا جو میدان جنگ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں رہ کر لڑائی میں حصہ لیتا تھا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سب سے بڑھ کر بہادر اور اشجع الناس تھے اور بے شک ایک لیڈر اور راہنما کو ایسا ہی ہونا چاہئے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رات کو مدینہ کے باہر سے اچانک شور سا ہوا اور کوئی خوفناک سی آواز آئی اور شہر مدینہ کے لوگ اکٹھے ہو گئے اور ابھی وہ اس آواز کی سمت میں جانے ہی والے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ دور سے ایک مشاق شہسوار بڑی تیزی سے چلا آتا ہے۔ قریب آنے پر پتہ چلا کہ وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ ہیں جو گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار چلے آ رہے ہیں اور لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں ’’میں شہر کے گرد چکر لگا کر آ رہا ہوں، خطرے اور ڈر کی کوئی بات نہیں ہے۔‘‘ پھر فرمانے لگے ’’یہ گھوڑا تو بہت تیز رفتار ہے میں نے تو آج اسے سمندر کی طرح تیز پایا ہے‘‘ (بخاری) اور آپ سوچئے کہ اگر گھوڑا سمندر کی طرح تیز طرار تھا تو وہ شہسوار کیسا اعلیٰ پائے کا ہوگا جو ایک ہولناک آواز سنتے ہی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بلاخوف و خطر یہ معلوم کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل کھڑا ہوا کہ کیا بات ہے اور اپنے عزیز صحابہ کی خاطر اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتے ہوئے کوئی پرواہ نہ کی۔

ایسا ہی ایک اور جنگ سے واپسی پر جبکہ آپؐ ایک درخت کے سائے میں تنہا آرام فرمانے لگے اور تلوار درخت پر لٹکا دی تو ایک دشمن کافر جو تعاقب میں تھا تلوار پر قبضہ کر کے آپ سے سوال کرتا ہے کہ اب بتاؤ کہ تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپ کو اپنی جان کا کوئی خوف نہیں ہوتا کہ اسے تو خدا کی راہ میں قربان کرنے کی پہلے ہی تمنا رکھتے ہیں بلکہ قربان کر چکے ہیں۔ بڑے یقین سے فرماتے ہیں میرا اللہ اس پر یقین جلالی نعرے کو سن کر دشمن ایسا مبہوت ہوتا ہے کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور اگلے لمحے وہ حیران و پریشان اپنی جان کی بھیک مانگ رہا ہوتا ہے۔ (بخاری)

جنگ احد میں بھی یہ حال ہے کہ آپؐ آگے بڑھ بڑھ کر اپنے لشکر کی کمان کر رہے ہیں اور لشکر کفار کا جائزہ خود لینے کے لئے سر اٹھا کر دشمن کی نقل و حرکت پر نظر کرتے ہیں۔ آپؐ کے فدائی صحابہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پیارے رسولؐ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپؐ دشمن کے لشکر کو یوں جھانک کر بھی نہ دیکھئے کہیں کوئی تیر آپؐ کو آ کر نہ لگ جائے۔ ہمارے سینے جو آپؐ کے سینہ مبارک کے آگے سپر ہیں آپؐ کیوں زحمت فرماتے ہیں۔ (بخاری)

اسی غزوۂ احد میں آپ کے چہرہ کے خود کی کڑی کے ٹوٹنے سے رخسار مبارک میں لوہے کی کڑیاں دھنس گئی تھیں۔ دو دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپؐ بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ اس دوران یہ بات بھی مشہور ہو گئی کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے ہیں۔

غزوۂ حنین کے موقعہ پر بھی آنحضرت ﷺ کا جذبۂ شوق شہادت اور مردانگی و شجاعت کے اوصاف باقی غزوات کی طرح کھل کر سامنے آئے۔ دراصل غزوۂ حنین (جو فتح مکہ کے بعد ہوئی) میں مکہ کے سینکڑوں نو مسلم مال غنیمت کے شوق میں شامل ہو گئے تھے اور لشکر کے آگے آگے ایسے لوگ ہو گئے تھے جب اچانک ہوازن قبیلہ کے تیر اندازوں نے جو گھاٹیوں میں چھپے بیٹھے تھے ان پر تیروں کی بوچھاڑ کی تو انہیں پسپا ہونا پڑا۔ اس پسپائی کے وقت میں بھی جب ہزاروں کا لشکر پیچھے ہٹ رہا تھا میدان حنین نے یہ عجیب نظارہ دیکھا کہ ایک شخص مسلسل تیروں کی بوچھاڑ میں بھی اکیلا خچر پر سوار گنتی کے چند ہمراہیوں کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کی زبان پر یہ نعرہ ہے۔

انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا (محمد ﷺ) ہوں۔ (بخاری)

یہ تھے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفی ﷺ جو موت سے کبھی خائف نہیں ہوئے بلکہ کچھ ایسے لگتا ہے جیسے موتا موتی کے ان میدانوں میں موت آپؐ سے ڈرتی تھی۔

شہادت کی اصل تعریف

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نے مقام شہادت کی بہت خوبصورت تعریف کی ہے آپ فرماتے ہیں:۔ ’’جس نے خدا کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔ اس صورت میں ہمارے نبی ﷺ کے اول الشہداء ہیں‘‘۔

یقیناً آپؐ سب سے بڑے شہید ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے زندہ رہ کر موت قبول کر لی اور اپنے وجود کا ذرہ ذرہ اپنے مولیٰ کی راہ میں قربان کر دیا اور زندہ رہ کر موت قبول کرنا شہادت بھی بڑا اور مشکل کام ہے .... دراصل شہادت سے بڑا وسیع المعانی لفظ ہے۔ اس کے لفظی معانی، دیکھنے، حاضر ہونے اور گواہی دینے کے ہیں۔ ظاہری آنکھوں سے دیکھنے یا بصیرت سے کسی چیز کا ادراک پا لینے پر بھی شہادت کا اطلاق ہوتا ہے اور غیب کے مقابل پر حاضر کے معنوں پر بھی شہادت کا لفظ استعمال ہوتا ہے خدا کی راہ میں مارے جانے والے کے لئے شہید کا لفظ استعمال کرنے کی علماء نے کئی توجیہات کی ہیں۔ بعض نے کہا فرشتوں کی مرنے والے کے حق میں جنت کی گواہی کی وجہ سے وہ شہید کہلاتا ہے۔ بعض نے کہا اس کی موت کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اس لئے وہ شہید ہے۔ بعض کے نزدیک خدا کی خاطر حق کی گواہی دینے میں استقامت دکھاتے ہوئے جان دینے کی وجہ سے شہید کہلاتا ہے۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ صرف خدا کی راہ میں جان کی بازی لگا دینے والا ہی شہید ہے حالانکہ ایسا خیال اس عظیم الشان روحانی انعام اور مقامات کو محدود کرنے والا ہے جس کی وسعت کا ذکر قرآن شریف اور احادیث میں موجود ہے۔ وسیع معانی میں قرآن شریف میں سب انبیاء کو بھی شہید کہا گیا ہے۔ ان معنوں میں کہ وہ اپنی اپنی امتوں کے ایمان کے گواہ ہوں گے۔

سب سے بڑے شہید

خدا سے علم پا کر تمام نبیوں کی سچائی کی گواہی چونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ دیں گے۔ اس لئے آپؐ ہی سب سے بڑے شہید ہیں۔ قرآن کریم میں اس شہادت کا ذکر اس طرح ہے۔ فکیف اذا جئنا .... (نساء:42) اور ان کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر ایک جماعت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تجھے ان لوگوں کے متعلق بطور گواہ لائیں گے‘‘۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شہید اعظم آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات ہے کہ دنیا میں خدا کی ذات کے بھی سب سے بڑے گواہ بنے اور توحید الٰہی کی گواہی دینے والوں کے بھی آپ گواہ ہوں گے۔ اس عظیم الشان مقام کے خیال سے آنحضرت ﷺ ایک دفعہ سورۃ النساء کی ان آیات کی تلاوت سن کر رو پڑے تھے۔ آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور آپؐ نے تلاوت کرنے والے کو اس آیت پر روک کر فرمایا تھا بس کرو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

مقام شہادت کی وسعت اور شرط اعظم

یہ تو قرآن شریف سے مقام شہادت کی وسعت کا بیان تھا۔ آنحضرت ﷺ نے بھی مختلف مواقع پر یہ مسئلہ اپنے صحابہ کو سمجھایا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک شہادت سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا خدا کی راہ میں قتل ہونا۔ آپؐ نے فرمایا اگر شہادت جیسا عظیم روحانی مقام اتنا محدود ہے تو پھر میری امت کے شہید تو بہت تھوڑے ہوئے۔ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے۔ بے شک خدا کی راہ میں قتل ہونا بھی شہادت ہے۔ لیکن طاعون سے وفات بھی شہادت ہے۔ پیٹ کی بیماری سے موت بھی شہادت ہے۔ عورت کا بوقت زچگی فوت ہونا بھی شہادت ہے جل کر مرنا اور سیلاب سے مرنا بھی شہادت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 489)

بعض دوسری احادیث میں ہے کہ جو مال اور عزت اور خاندان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہے (ترمذی) اسی طرح ذات الجنب کی بیماری سے مرنے والے اور کسی چیز کے گرنے سے اس کے نیچے دب کر ہلاک ہونے والے کو بھی شہید کہا گیا ہے۔

ا(ابوداؤد، نسائی)

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ محض ان بیماریوں یا موتوں کا جمع ہو جانا مقام شہادت پر نہیں پہنچاتا ورنہ تو ہر بیمار شہید ماننا پڑے گا بلکہ اصل چیز اخلاص ایمان اور نیت ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو بعض دفعہ میدان جہاد میں مرنے والا بھی مقام شہادت سے محروم ہو جاتا ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فخر اور بڑائی یا اظہار شجاعت کے لئے شامل جہاد ہوتا ہے وہ خدا کی راہ میں نہیں لڑ رہا خدا کی راہ میں وہ لڑتا ہے جو اس کے لئے لڑے کہ اللہ کا نام بلند ہو۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح منافق کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ جہاد میں مارا بھی جائے تو وہ آگ میں ڈالا جائے گا کیونکہ تلوار تو نفاق کو نہیں مٹاتی اور نفاق اور مقام شہادت جمع نہیں ہو سکتے۔

مقام شہادت تو نام ہے اللہ کی ذات پر (جو غیب الغیب ہے) کامل ایمان لانے اور صدق دل سے اس

کی گواہی دینے اور اخلاص سے اس کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہنے کا۔ جان دینا تو اس کی ایک ظاہری علامت ہے اور نشان ہے لیکن یہ لازمی علامت نہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق دل سے خدا سے مقام شہادت طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے شہید کے مقام پر پہنچا دیتا ہے خواہ وہ اپنے بستر پر ہی مرے۔ (مسلم) اسی طرح فرمایا جو شخص خدا کی خاطر کسی کام پر نکل کھڑا ہو (خواہ تبلیغ کے لئے خواہ جہاد کے لئے یا کسی اور کام کے لئے) پھر اسے موت آ جائے یا قتل کیا جائے یا گھوڑے اونٹ وغیرہ سے گر جائے۔ یا سانپ یا بچھو اسے ڈس لے یا وہ ارادۂ الٰہی سے بستر پر طبعی موت مر جائے تو وہ شہید ہے۔ اسے مقام شہادت حاصل ہے اور وہ جنتی ہے۔ (ابوداؤد)

لیکن یہ بھی فرمایا کہ جو شخص جہاد نہیں کرتا اور نہ ہی دل میں اس کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہے وہ نفاق کی حالت میں مرتا ہے۔ (اسے مقام شہادت حاصل نہیں ہوتا) (مسلم)

شہید کا بلند رتبہ

جہاں تک شہید کے مقام اور مرتبہ کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل .... (البقرہ:155) کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں۔

دوسری جگہ فرماتا ہے: (ترجمہ) اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے تم ہرگز انہیں مردہ نہ سمجھو وہ تو اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے وہ اس پر جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے خوش ہیں اور ان لوگوں کے متعلق (بھی) جو ابھی ان کے پیچھے سے آ کر ان سے ملے نہیں خوش ہیں (کیونکہ) انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(آل عمران 172:170)

اس آیت کے ظاہری معنے کی طرف صحابہ کا بھی خیال گیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس آیت کے صحیح معنے پوچھے۔ حضور نے فرمایا کہ شہداء کی زندگی سے مراد یہ ہے کہ ان کی روحیں خدا کے حضور عزت اور احترام سے رکھی جاتی ہیں اور وہ روحیں جہاں چاہتی ہیں جنت میں فائدہ اٹھاتی پھرتی ہیں۔ ان کا خدا کے ساتھ ایک خاص تعلق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا رہتا ہے کہ کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہر آن نعماء جنت کے حظ اٹھاتے ہیں۔ ہمیں اور کیا چاہئے۔ لیکن بار بار انہیں یہ سوال ہوتا ہے کہ اور کیا چاہئے؟ تو وہ کہیں گے اے اللہ! ہماری روحیں جسموں میں داخل کر دے تا ہم دنیا میں جا کر پھر تیری راہ میں شہید ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ ان کو اس کے علاوہ اور کسی چیز کی خواہش نہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دے گا۔ (مسلم) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد کوئی بھی واپس آنے کی کوشش نہیں کرتا سوائے شہید کے کہ جو شہادت کے رتبہ کا اعزاز و اکرام دیکھ کر خواہش کرتا ہے کہ بار بار خدا کی راہ میں مارا اور قتل کیا جائے۔

(بخاری و مسلم)

شہادت کے اعلیٰ مرتبہ اور بلند منصب کے بارے میں یہ اسلامی تعلیم اور اس کے ساتھ آنحضرتؐ کا عملی نمونہ ایسی زبردست قوت قدسیہ رکھتا ہے کہ جس کے نتیجہ میں سینکڑوں ہزاروں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین حق کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے سے ذرہ بھر دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ جنگ بدر کے موقع پر جب آنحضرتؐ نے صحابہ سے جنگ کے بارہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت مقداد بن الاسود انصاریؓ نے انصار کی نمائندگی میں آپؐ کو مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ؟ ہم موسیٰؑ کی قوم کی طرح آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ تو اور تیرا رب جا کر لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ خدا کی قسم ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشیں روندتا ہوا نہ گزرے اور حقیقت یہ ہے کہ ان وفادار صحابہؓ نے اپنا وعدہ خوب سچا کر دکھایا حتیٰ کہ قرآن شریف نے بھی شہادت دیتے ہوئے فرمایا۔

من المومنین رجال صدقوا..........

(احزاب:24) کہ صحابہ رسولؐ میں ایسے مردان صادق بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا پورا کر دکھایا۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنی منتیں اور دلی تمنائیں پوری کر دیں اور ابھی کچھ ایسے ہیں جو شہادت کی بے قرار تمنائیں دل میں لئے انتظار کر رہے ہیں کب وقت آئے اور وہ جانوں کا نذرانہ اپنے مولیٰ کے حضور پیش کریں۔ ذیل میں شوق شہادت کو پورا کرنے کے چند ایمان افروز نمونے پیش کئے جاتے ہیں:۔

حضرت انس بن نضر انصاریؓ

رسول اللہ ﷺ کے یہ فدائی صحابی ایسے ہی مردان وفا میں سے تھے۔ یہ فرماتے تھے کہ مذکورہ بالا آیت میں میرا بھی ذکر ہے۔ کیونکہ یہ بھی شہادت کی بے قرار خواہش کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے دربار میں کر چکے تھے۔ ہوا یوں کہ جنگ بدر اچانک ہوئی اور کئی صحابہ اس میں شرکت سے محروم رہے۔ حضرت انسؓ بن نضر بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔ ایک دن ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور جنگ بدر سے محرومی کا حسرت سے تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگے یا رسول اللہ! بدر میں تو شامل نہ ہو سکا۔ اب اگر جنگ کا کوئی موقع آیا تو خدا دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔

جذبۂ شہادت کا یہ کیسا سچا اور پاکیزہ اظہار ہے جس کی سچائی جب انسؓ بن نضر کے عملی نمونہ میں میدان احد میں ظاہر ہوئی تو دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ جنگ ختم ہوئی تو انسؓ بن نضر کی نعش مسلمانوں نے تلاش کرنی شروع کی۔ ان کی نعش نہیں مل رہی تھی۔ تب ان کی بہن ربیع بنت نضر ان کی نعش تلاش کرنے کے لئے میدان احد میں آئیں۔ کئی نعشوں کو دیکھا مگر بھائی کی نعش پہچانی نہ جاتی تھی۔ بالآخر ایک نعش کو دیکھ کر رک گئیں۔ ہاتھ کی انگلی پر تل کا ایک نشان غور سے دیکھا تو پہچان گئیں اور کہا یہ میرے بھائی کی نعش ہے۔ تب پتہ چلا کہ کیوں انسؓ بن نضر کی نعش نہیں مل رہی تھی۔ دراصل اس نعش پر 80 سے زیادہ تلواروں، نیزوں اور تیروں کے زخم تھے۔ (بخاری) جس سے نعش مسخ ہو چکی تھی اور پہچانی نہ جاتی تھی۔

اے انسؓ بن نضر! تجھ پر سلام کہ تو شہید ہو کر ابدی جنتوں کا وارث بنا۔

حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ

میدان احد کے ایک اور شہید حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ ہیں جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔ احد کی جنگ میں آپ داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ آپ کی شہادت کا واقعہ ایک اور پہلو سے دردناک اور سبق آموز ہے۔ جنگ ختم ہوئی تو رسول کریمؐ اپنے وفا شعار ساتھیوں کی باری باری خبر لے رہے تھے۔ اس دوران آپ نے فرمایا کہ دیکھو سعد بن ربیع کا پتہ کرو وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ دو صحابی محمد بن مسلمہ اور ابی بن کعب ان کی تلاش میں احد کے میدان میں جانے لگے تو رسول خداؐ نے فرمایا کہ سعد بن ربیع کو میرا اسلام دینا اور کہنا کہ خدا کا رسول تمہیں یاد کرتا ہے اور تمہارا حال پوچھتا ہے۔ تب یہ دونوں صحابی تلاش بسیار کے بعد بڑی مشکل سے ان کے پاس پہنچے اور کہا اے سعد بن ربیع! رسول اللہؐ نے ہمیں بھیجا ہے آپ کا حال پوچھتے تھے اور آپ کو سلام کہتے ہیں۔ سعدؓ بن ربیع پر اس وقت جان کنی کا عالم طاری تھا اور یہ ان کے آخری لمحات تھے۔ کوئی عام انسان ہوتا تو اپنے ان آخری لمحوں میں اپنی بیوی کی بیوگی اور بچوں کی یتیمی کو یاد کر کے ان کے حق میں کوئی وصیت کرتا یا اور کوئی پیغام محبت ہی دے دیتا۔ مگر سعدؓ بن ربیع جو رسول اللہ کا سچا عاشق تھا اس کی زبان سے جو آخری الفاظ نکلے وہ ایسے سنہری الفاظ ہیں کہ تاریخ میں ہمیشہ عظمت اور محبت کے ساتھ یاد رکھے جاتے رہیں گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا۔ رسول اللہؐ کو بھی میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اے پیارے آقا! ہر نبی کے پیروکاروں کی اطاعت کی بدولت جو ان انبیاء کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اللہ آپؐ کی آنکھیں ہماری طرف سے سب سے بڑھ کر ٹھنڈی رکھے اور میری قوم کو کہنا کہ جب تک ہم زندہ رہے اس پاک امانت کی حفاظت کی جو محمد مصطفیٰؐ کی امانت ہے اور اس عہد کو جو ہم نے عقبہ کی گھاٹی میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے باندھا تھا کہ آپؐ کی حفاظت کریں گے اس کو سچ کر دکھایا۔ اب یہ امانت تمہارے سپرد ہے۔ یاد رکھو! اگر تم نے اس امانت کا پورا خیال نہ رکھا تو قیامت کے دن تمہارا کوئی عذر خدائے رب العزت کے حضور قابل قبول نہ ہوگا (سیرت الحلبیہ) یہ کہا اور حضرت سعدؓ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی آفریں صد آفرین ہے تجھ پر اے سعدؓ! یقیناً فرشتگان دربار الٰہی بھی عرش پر یہ نظارہ دیکھ کر صدائے آفرین بلند کرتے ہوں گے اور تجھ پر سلام بھیجتے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود نے کیا خوب فرمایا ہے۔

قاموا باقدام الرسول بغزوھم
کالعاشق المشغوف فی المیدان
فدم الرجال لصدقھم فی حبھم
تحت السیوف اریق کالقربان

کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ آپ کے حکم ''آگے بڑھو'' پر میدان جنگ میں عاشق صادق کی طرح ڈٹ جاتے تھے۔ پھر ان مردان وفا کے خون میں محبت میں صادق ہونے کے تحت تلواروں کے نیچے قربانیوں کی طرح بہائے گئے۔

''میدان احد میں رسول اللہؐ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے ایک دو نہیں پورے ستر تھے۔ ان میں رسول اللہؐ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی تھے کہ ابوسفیان کی بیوہ ہندہ نے جن کا کلیجہ چبا ڈالا تھا اور اسلام کے پہلے مبلغ حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی۔ جن کی نعش پر کھڑے ہو کر رسول اللہؐ نے سورہ احزاب کی وہ آیت پڑھی کہ یہ وہ مردان وفا ہیں جنہوں نے اپنے عہد پورے کر دکھائے۔ ان میں حضرت حنظلہؓ بھی تھے جنہوں نے غسیل ملائکہ کا خطاب پایا کہ ملائکہ نے ان کو غسل دیا اور پہاڑی درہ پر رسول اللہؐ کے ستر تیر اندازوں پر مقرر کردہ دستہ کے امیر حضرت عبداللہؓ بن جبیر تھے۔ ان میں حضرت ابوبکرؓ کے خسر حضرت خارجہؓ بن زید بھی تھے حضرت عمرو بن الجموح انصاری بھی تھے جو باوجود پاؤں کی معذوری کے شہادت کی تمنا لئے میدان احد میں اترے اور اپنی تمنا پوری کی۔ ان میں رسول اللہؐ کے عاشق صادق حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام بھی تھے۔ الغرض یہ ستر عظیم المرتبت صحابہ تھے جنہوں نے اپنی جانیں راہ مولیٰ میں فدا کر دیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام نوجوان صحابی حضرت جابرؓ انصاری کے والد تھے۔ یہ بھی احد میں شہادت کی تمنا لئے اپنے بیٹے کو وصیت کر کے گھر سے چلے تھے اور پھر داد شجاعت دیتے ہوئے وہ شہید ہو گئے، رسول کریمؐ نے ان کے بیٹے جابرؓ کو حزیں و دلفگار دیکھ کر یاد کیا اور فرمایا مغموم کیوں ہو انہوں نے عرض کیا کہ میرے والد احد میں شہید ہو گئے۔ قرض اور عیالداری کا بوجھ ہے رسول اللہؐ نے فرمایا جابرؓ! کیا میں تمہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں کہ تمہارے والد سے اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ اللہ کے پیارے رسولؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پردہ کے پیچھے سے کلام فرماتا ہے آپ کے باپ کو زندہ کر کے آمنے سامنے کلام کیا اور فرمایا اے میرے بندے خواہش کرو اور جو مانگنا ہے مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ تمہارے باپ عبداللہؓ نے عرض کیا میری خواہش تو یہ ہے کہ مجھے زندہ کر پھر میں تیری راہ میں شہید ہو جاؤں پھر زندہ کر پھر دوبارہ تیری راہ میں جان دوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ جن کو ہم مار دیں وہ لوٹ کر واپس نہیں آتے اور یہ آیت اتری کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ زندہ ہیں۔ (ترمذی کتاب التفسیر سورۃ آل عمران آیت 170)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی قانون کے مطابق حضرت عبداللہؓ کو حسب خواہش بار بار شہادت کا موقع نہ دیا مگر ان کی دلی تمناؤں کے مطابق خوش ہو کر نامعلوم کتنی ہی شہادتوں کا اجر فرمایا ہوگا۔

یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کو احد کے شہداء سے بہت محبت تھی۔ ایک دفعہ آپؐ سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے احد کے پہاڑوں پر نظر پڑی تو بے اختیار فرمانے لگے احد کا پہاڑ ہمیں بہت پیارا ہے۔ اسے ہم سے بہت محبت ہے اور ہمیں اس سے پیار ہے۔

بلاشبہ جبل احد سے پیار کی وجہ شہدائے احد کا وہ خون تھا جو اس کے دامن میں بہایا گیا۔ پس اے احد کے پہاڑ! تیرے شہیدوں پر سلام ہو......!!

واقعہ رجیع

تاریخ اسلام میں ایک اور اہم واقعہ دس مسلمانوں کی اکٹھی شہادت کا ہے، جو واقعہ رجیع کے نام سے معروف ہے۔ کفار کی طرف سے امان کی پیشکش پر جن تین مسلمانوں نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا ان میں سے ایک حضرت خبیبؓ تھے۔ جنگ بدر میں ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے حارث بن عامر کی اولاد نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے انہیں خرید لیا تھا اور کچھ عرصہ قید میں رکھنے کے بعد جب آپ کو مقتل لے جایا گیا اور آخری خواہش پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ چنانچہ اجازت ملنے پر خبیبؓ نے جلدی جلدی دو رکعتیں ادا کیں اور کہا میرا دل چاہتا تھا کہ اپنی زندگی کی یہ آخری نماز لمبی کروں۔ لیکن میں نے مختصر نماز پڑھی ہے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ موت کے ڈر سے نماز لمبی کر رہا ہے۔ پھر حضرت خبیبؓ قتل کے لئے تیار ہو کر جب سر مقتل آئے تو یہ شعر پڑھے۔

وما ان ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان للّٰہ مصرعی
و ذلك فی ذات الالہ وان یشا
یبارك علی اوصال شلو ممزع

یعنی میں جب مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں خدا کے لئے قتل ہو کر کس پہلو گرتا ہوں۔ یہ میری شہادت خدا کی راہ میں ہو رہی ہے۔ پس اگر خدا چاہے گا تو میرے جسم کے جوڑ جوڑ ٹکڑے ٹکڑے پر برکتیں اور رحمتیں نازل فرما دے گا۔

یہ کہا اور حضرت خبیبؓ شہادت کے عظیم الشان سفر پر روانہ ہو گئے!!

شہدائے اسلام کا ذکر کرتے ہوئے۔ بئر معونہ کے شہداء کا ذکر کئے بغیر مسلمانوں کی تاریخ شہادت تشنہ رہتی ہے۔ وہ سنسنی خیز واقعہ جس میں ایک ہی موقعہ پر ستر مسلمان حفاظ کو ظالمانہ طور پر بدعہدی کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا تھا۔ واقعہ یوں ہے کہ رعلؔ، ذکوانؔ اور عصیہ و بنی لحیانؔ کے قبائل نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ انہیں دشمن سے خطرہ ہے کچھ مدد بھجوائیں اور آپ کے یہ لوگ ہمارے قبائل میں اسلام کا پیغام بھی پہنچائیں گے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ستر حفاظ کو اس مہم پر روانہ فرمایا۔ یہ مسکین اور عبادت گزار لوگ تھے جو دن کو جنگلوں سے لکڑیاں کاٹ کر اپنے کھانے پینے کا انتظام کرتے اور راتیں عبادت میں گزارتے تھے۔ جب یہ صحابہ بئر معونہ پہنچے تو ان قبائل نے جنہوں نے دعوت دے کر صحابہؓ کو بلوایا تھا بدعہدی کرتے ہوئے ان تمام صحابہؓ کو نہایت بیدردی سے شہید کر دیا۔

بئر معونہ کے اس واقعہ میں شہید ہونے والے ستر صحابہؓ کے سردار حضرت حرام بن ملحان انصاریؓ تھے۔ ان کی شہادت کا واقعہ شجاعت بہادری کی ایک عجیب مثال ہے۔ چنانچہ آپ تبلیغ کرتے ہوئے کفار کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر رہے تھے کہ دشمنوں نے ایک شخص کو اشارہ کیا کہ ان پر حملہ کر دو۔ وہ دشمن پیچھے سے آیا اور بڑے زور کے ساتھ نیزہ حضرت حرامؓ کی گردن میں مارا۔ نیزہ کا لگنا تھا کہ حضرت حرامؓ نے پوری قوت کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ نیزہ شہ رگ میں لگا تھا کیونکہ خون کا ایک فوارہ گلے سے بہہ نکلا۔ حضرت حرامؓ نے اپنا اوک خون سے بھرا اسے اپنے منہ اور چہرے پر چھڑکا اور ایک اور نعرہ بلند کیا فزت و ربك الكعبة کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

اے ملحان کے بیٹے حرامؓ! تجھ پر بھی سلام ہو۔ تو نے سچ کہا، بے شک تو کامیاب ہو گیا کہ دائمی اور ابدی جنتوں کو پا گیا اور یقیناً تیرا یہ اسوہ تیرے تمام ساتھیوں کے لئے مشعل راہ بن گیا............!!

الغرض صحابہؓ کے دلوں میں شہادت کے حاصل کرنے کا ایسا جذبہ اور شوق موجزن تھا کہ صحابہ کرامؓ دعائیں کیا کرتے تھے اللھم ارزقنی شھادۃ فی سبیلك کہ اے خدا! ہمیں اپنی راہ میں شہادت نصیب کر۔

حضرت ام ورقہؓ بنت نوفل

مسلمان مرد تو مرد، عورتیں بھی شہادت کی تمنا رکھتی تھیں۔ ایک خاتون ام ورقہ بنت نوفل کا ذکر آتا ہے۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آکر درخواست کی کہ حضورؐ! مجھے جنگ میں جانے کی اجازت دیں، شاید مجھے اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت عطا فرمائے گا۔ یہ خاتون زندگی میں ہی الشھیدۃ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری فرمائی اور گھر میں ہی شہید ہوئیں۔ ان کے غلاموں نے انہیں شہید کر دیا تھا۔ (ابوداؤد)

آخر میں خلاصۃً پھر عرض ہے کہ اسلام میں شہادت صرف ظاہری طور پر جان قربان کرنے کا ہی نام نہیں ہے۔ بلکہ اصل شہادت خدا کی ذات کے ساتھ کامل ایمان ہے اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کی شہادت دینا ہے جس کی ایک ظاہری اور بڑی واضح اور قابل تعریف علامت خدا کی راہ میں قتل ہونا بھی ہے لیکن اصل چیز ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

والذین امنوا باللّٰہ و رسلہ...... (الحدید:20)

یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں گے وہ صدیقیت اور شہادت کے درجے حاصل کریں گے اور ان کے لئے ان کا اجر اور نور ہوگا۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

ومن یطع اللّٰہ والرسول...... (النسآء:70)

کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے اس منعم علیہ گروہ میں شامل ہو کر ان انعامات سے حصہ پائیں گے جو نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے انعامات ہیں۔

پس شہادت ایک بلند ایمانی اور روحانی مقام ہے یہ ایک عظیم الشان قربانی ہے بے شک شہادت سے شہید کے ورثاء کو وقتی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن خود شہید اللہ کے پاس بہت خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ احد کے شہداء نے اللہ کے پاس اس کی خوشنودی پا کر عرض کی کہ خدایا! ہمارے پچھلوں کو یہ خبر دے دے کہ ہم راضی خوشی ہیں تا وہ غمگین نہ ہوں اور وہ بھی اس مقام کو پانے کی سعی کریں تو اس موقع پر شہداء کے زندہ ہونے اور اللہ تعالیٰ سے رزق پانے کی آیات اتریں۔ (ابوداؤد)

ایک اور واضح حدیث مقام شہادت کی خوب تشریح کرتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ اعوذ باللّٰہ.......... پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھتا ہے۔ (جن میں خدا کی توحید اور صفات حسنہ کا ذکر ہے) اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس پر مقرر کرتا ہے جو اس کے لئے شام تک دعا کرتے رہتے ہیں اور اگر وہ اس روز مر جائے تو مقام شہادت کو پا کر مرتا ہے اور جو شخص رات کو یہ تین آیات پڑھ کر سوئے تو وہ بھی اس مقام کو پالیتا ہے جو شہادت کا مقام ہے۔ (ترمذی دارمی)

پس یہ کس عظیم شان کا نبیؐ ہے جس کا دامن فیض تمام قسم کے روحانی انعامات سے پُر ہے یقیناً آپؐ ہی کی کامل پیروی ایک سچے مسلمان کو صالحیت کے بعد شہادت کے مقام تک پہنچاتی پھر صدیقیت اور پھر نبوت کے کمالات سے بھی آراستہ کر سکتی ہے۔ پر شرط اعظم یہی ہے جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ...... (آل عمران:20)

کہ اگر خدا کی محبت اور مقامات قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو حضرت خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی کامل اطاعت اور پیروی کرو۔

آج جماعت احمدیہ بفضل اللہ تعالیٰ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی اطاعت و پیروی کی برکت سے صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے شہادت کے مرتبہ میں داخل ہو گئی ہے اور بالفعل جماعت کو خدا کی راہ میں شہادتیں پیش کرنے کی توفیق وسعادت مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ یہ قربانیاں قبول فرمائے اور ان کے بہتر نتائج ہمارے حق میں ظاہر فرمائے۔ آمین

مکرم نذیر احمد خادم صاحب

عشق و وفا کی لازوال داستان

28 مئی 2010ء کا سانحہ لاہور سالوں نہیں صدیوں تک یاد رکھا جائے گا۔ یہ حق وصداقت صبر و توکل، استقامت و استقلال اور عشق و ایمان کی وہ لازوال داستان ہے جو رہتی دنیا تک قلوب واذھان کی لوح پر مرتسم رہے گی۔ اس روز شہر لاہور کی دو احمدیہ بیوت الذکر پر بیک وقت انتہائی منظّم اور نہایت درجہ سفا کانہ حملے کئے گئے اور عین نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران 86 معصوم اور نہتے نمازیوں کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت مسیح موعود کے ان وفاداروں اور جان نثاروں نے درود شریف اور کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے اپنے خالق حقیقی کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

احمدی کا شوق قربانی تو دیکھ
خون کی اس راہ میں ارزانی تو دیکھ

درجنوں فرزندان احمدیت خالی ہاتھ جدید ہتھیاروں سے مسلح حملہ آوروں سے ایک دوسرے کو بچاتے ہوئے اور نہایت ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے ہوئے راہ مولیٰ میں قربان ہوئے۔ شمع خلافت کے ان پروانوں نے اپنے خون کے گلابوں سے گلشن احمدیت کو نئی رونق اور بہار عطا کی ہے، احمدیت کا ایک نیا روشن اور قابل صد ہزار فخر باب رقم کیا ہے۔ ان وفا شعاروں نے بلاشبہ آسمان احمدیت پر نئے چاند اور ستارے روشن کئے ہیں۔ وہ ہمیشہ کی زندگی پا گئے وہ امر ہو گئے اور ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کے لئے اعلیٰ نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔ خدا ہمارے اور اپنے ان پیاروں کی روحوں پر اپنی ابدی رحمتوں کی بارش نازل کرتا رہے۔ آمین۔ رنج والم اور کرب وبلا کے اس موقع پر اس عاجز نے اپنے محبوب امام حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ خلیفۃ المسیح الخامس کی خدمت بابرکت میں تعزیت نامہ لکھا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

یقیناً یہ جام شہادت نوش کرنے والے اللہ تعالیٰ کے قرب کو پا گئے اور دائمی زندگی کے حقدار ٹھہرے۔ اللہ کرے کہ ان جیسے مخلصین اور سلسلہ سے محبت و وفا کا تعلق رکھنے والے وجود ہمیشہ اور بکثرت جماعت کو عطا ہوتے رہیں اور ان قربانیوں کے بہترین پھل جماعت کو عطا ہوں ...... پس ہمارا تو سب کچھ اپنے خدا کیلئے ہے۔ وہ ہمیں ہمیشہ اپنے پیار کی آغوش میں لئے رکھے۔ دشمنان احمدیت سے جس طرح اس کے وعدے ہیں خود ہی بدلہ لے اور ہمیں فتح ونصرت کے نظارے دکھائے۔ آمین

☆......☆......☆

ترجمہ: مکرم طارق حیات صاحب

لاہور میں نفرت اور خوف!!

عرفان حسین روزنامہ ڈان لاہور میں اپنے ایک کالم میں تحریر کرتے ہیں۔

گزشتہ دنوں لاہور شہر میں ہونے والے سو کے قریب احمدیوں کے قتل عام کے اگلے روز، برطانیہ کے چینل 4 نے عراق کے بارہ میں ایک پروگرام نشر کیا۔ یہ پروگرام اس سیریز کا حصہ تھا جو مذکورہ بالا چینل پر بعنوان Unreported World دکھائی جارہی ہے۔ اس خاص قسط میں شمالی عراق میں عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کی حالت زار کا بیان تھا جو مسلسل سنی عسکریت پسندوں کے نشانے پر ہیں۔ اس خطہ زمین پر مقیم، 4 ہزار سال قدیم اس گروہ کو تو بطور خاص نشانہ بنایا جارہا ہے۔ عراق میں مقیم لاکھوں عیسائی، جو جنگ سے قبل ملک میں مساوی شہری حقوق کے ساتھ رہ رہے تھے، ان میں سے تقریباً نصف ملک چھوڑ کر بھاگ چکے ہیں۔

اب اگر دنیا کے کسی بھی حصہ میں غیر مسلموں کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف ایسی کارروائی کی جاتی تو یقیناً ہم میں سے اکثریت واویلا شروع کر دیتی۔ روس کے ہاتھوں چیچن مسلمانوں کے ساتھ اذیت ناک سلوک ہو یا سربیا کی طرف سے بوسنین مسلمانوں کی نسل کشی، ہر کوئی شدید مذمت کرتا نظر آئے گا۔ اب اس صورت حال میں پاکستان کا اپنی اقلیتوں کے ساتھ سلوک کس طرح مختلف قرار دیا جاسکتا ہے؟؟

مجھے کسی نے ایک بزرگ احمدی عالم دین کا وہ وڈیو پیغام بھیجا جس میں وہ لاہور کے قتل عام پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے دکھائے گئے ہیں۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ ان دہشت گردوں کے حملوں کے بعد آپ کا حکومت سے کیا مطالبہ ہے؟ انہوں نے جواباً کہا کہ "ہمارا نہ تو کوئی مطالبہ ہے اور نہ ہی ہمیں حکومت سے کوئی امید وابستہ ہے۔ مگر پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے ہمارا کوئی حق ہے یا نہیں؟" ان کا یہ سادہ جواب میرے لئے انتہائی متاثر کن تھا۔

یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ احمدی اس اسلامی جمہوریہ میں خطرہ کی حالت میں رہ رہے ہیں۔ سالہا سال سے کسی بھی حکومتی پناہ اور مدد کے بغیر رہنے والے ان لوگوں پر حملے کئے جاتے ہیں، ان کو قتل کیا جاتا ہے، اور انہیں ہراساں کرنے کا عمل جاری وساری ہے۔ حکومت پنجاب کو ضرور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کیلئے، بطور خاص جمعہ کے روز پولیس کے جوانوں کو تعینات کرنا چاہئے۔

البتہ یہ ایسی حکومت سے ایک بہت بڑا مطالبہ ٹھہرے گا جو ان تمام بینرز کو اتارنے سے قاصر رہی جن پر واضح طور پر یہ پیغام درج ہے کہ "احمدیوں کے دوست اسلام کے دشمن ہیں"

تازہ صورت حال یہ ہے کہ ان مظلوموں کے حفاظت کے سامان کرنے کی بجائے وزیر اعلیٰ پنجاب اس حقیقت کے بارے میں مخالفین کے ساتھ لفظی جنگ میں مصروف ہیں کہ پنجاب میں شدت پسند دہشت گردوں کی ایک بڑی تعداد مصروف عمل ہے۔ وہ "پنجابی طالبان" کی اصطلاح پر چیں بجبیں ہیں۔ حالانکہ ان دہشت گردوں کا نشانہ بننے والوں کے لئے اس بات کی کوئی بھی اہمیت نہیں ہے کہ ان شدت پسندوں کا پس منظر اور ان کا علاقائی تعلق کیا ہے؟ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ حملہ آور دہشت گرد ہیں اور اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا اسلام کے نام پر قتل عام کرتے ہیں۔

یہ بات سب لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ گزشتہ کئی برسوں سے جنوبی پنجاب میں شدت پسند موجود ہیں اور پھیل رہے ہیں۔ اجمل قصاب، وہ دہشت گرد جو 2008ء کے ممبئی حملوں میں ملوث پایا گیا، کا اس علاقہ سے تعلق ثابت ہونا بھی ایسی بات نہیں ہے کہ نظر انداز کی جاسکے۔

لاہور میں احمدیوں کے قتل عام کے دو دن بعد ہی نارووال میں ایک آدمی نے گھر میں گھس کر ایک احمدی کو چھرا گھونپ کر ہلاک کیا اور دوسرے کو شدید زخمی کر دیا اور یہ نعرہ لگاتے ہوئے فرار ہوگیا کہ وہ کسی بھی احمدی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

درحقیقت پولیس احمدیوں کے خلاف ہونے والے جرائم کی سنجیدگی کے ساتھ تفتیش کرنا ہی گوارا نہیں کرتی ہے اور میری معلومات کے مطابق شاذ ہی کبھی اقلیتوں کے خلاف جرائم میں کسی شخص کو سزا سنائی گئی ہے۔

اس مملکت کے کار سرکار میں مصروف لوگوں سے ایسی ہی بے حسی کی توقع کی جاسکتی ہے جہاں ٹی وی کے مقبول میزبان اپنے احمدیت مخالف تعصّبات کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک میزبان کی تو مبینہ آڈیو ٹیپ بھی سامنے آئی جس میں وہ ایک دہشت گرد کو اکساتا ہے کہ اپنے مغویوں میں سے ایک سے اچھی طرح "تفتیش" کرنا کیونکہ وہ احمدیوں کا ایجنٹ ہوسکتا ہے۔ تاہم مذکورہ بالا صحافی نے بعد میں اس کی تردید کردی البتہ اس مغوی کی چند دن بعد ہی لاش مل گئی۔

پھر ایک مقبول مذہبی پروگرام کا میزبان اپنے ایک مہمان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ احمدیوں کو "واجب القتل" قرار دے۔ بس پھر کیا تھا، اس حوصلہ افزائی کے اگلے دنوں میں دو احمدیوں کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا۔ ان واقعات کے بعد نہ تو کوئی کارروائی کی گئی اور نہ ہی عوام نے آواز بلند کی۔

اپنے ہی ہم وطنوں کے ساتھ اس لاپرواہی کے رویہ کی وجوہات میں سب سے بنیادی وجہ معاشرے میں بہت زیادہ سرایت کر چکی "عدم برداشت" ہے۔ جو بھی ہو، حقیقت یہ ہے کہ یہ جماعت ان عقائد کی حامل ہے جو ملک کی اکثریت کے عقائد نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو مکمل اور مساوی شہری حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔

بے شمار خطیب نماز جمعہ کے بعد اپنے منبر سے احمدیوں کے خلاف کھلم کھلا اور باقاعدگی سے نفرت کا پرچار کرتے ہیں۔ ان میں سے کئی خطیب تو احمدیوں کی ملک بدری کا مطالبہ بھی کر چکے ہیں، ایک خطیب نے تو حد کر دی اور کہا کہ ان کو ایک بات اختیار کرنے کا موقع دیا جائے یا تو دوبارہ اسلام قبول کر لیں یا قتل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اس سب کے باوجود یہی لوگ پھر بھی دنیا بھر میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم ممالک کے اندر ناروا سلوک پر نالاں ہیں اور مغرب کے مزعومہ "اسلام فوبیا" کی مذمت کرتے پھرتے ہیں۔ اگر اس ظالمانہ سلوک کا معمولی حصہ بھی غیر اسلامی ممالک میں مقیم مسلمانوں کے ساتھ بھی ہو جو پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے تو میں اس صورت حال کا تخیل بھی نہیں کر سکتا جو ایسی صورت میں پاکستان کی گلی کوچوں اور مسجدوں کا ہوگا اور سب سے بڑھ کر ہمارے ٹی وی چینل پر......

آخر کیوں ہماری ہمدردی اور انسانیت کا دائرہ محض اپنے ہم عقیدہ لوگوں تک محدود ہے؟؟ بلاشبہ دنیا میں اکثریت کے نزدیک ایمان اور ہمدردی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ میں تو سمجھ سکتا ہوں کہ ایک ایسا جہادی ہو جو کم عمر اور بے علم ہے اور ظالم اور متمرد مذہب کے ٹھیکیدار اور دہشت گردوں نے اس کی برین واشنگ بھی کی ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں وہ انسان سے تباہی پھیلانے والا بم بن چکا ہے اور ہر اس جگہ اور لوگوں کو تباہ و برباد کرنے پر کمربستہ ہے جو اس کا ٹارگٹ مقرر کر دیا گیا ہو۔ مگر پاکستان کی اکثریت عوام میں سے ان لاکھوں لاکھ مسلمانوں کے سخت دل رویوں کی کیا وضاحت پیش کروں جن میں کئی تعلیم یافتہ اور عقل سلیم کے حامل ہیں؟؟

لاہور میں ہونے والے قتل عام کے بعد "نیویارک ٹائم" کے بلاگ میں ثمرہ حبیب نے لکھا:

"1991 میں، ہمارے خاندان نے پاکستان سے کینیڈا ہجرت کی، تب ہمیں مسلم شدت پسندوں کی طرف سے حملوں کا خطرہ تھا ہم نے رات کے اندھیرے میں اپنے اسباب سمیٹے اور جان بچا کر نکل پڑے۔ غیر از جماعت لوگوں سے اپنا عقیدہ چھپانا ان دنوں ہماری مجبوری بن چکا تھا۔

میں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ یہاں ٹورانٹو میں گزارا ہے اور یہاں...... دوسرے لوگ با آسانی ہمیں قبول کر لیتے ہیں اور میں بغیر کسی خوف کے اپنا عقیدہ اور خیالات بتا سکتی ہوں۔ میں اکثر بھول سی جاتی ہوں کہ چند سال قبل صورت حال ایسی نہ تھی تب تو مجھے اپنا تعارف بطور احمدی بتانا خطرے سے خالی نظر نہیں آتا تھا۔ آج بھی پاکستان میں میرے پیارے مذہبی آزادی سے محروم ہیں یہاں تک کہ وہ عوامی مقامات پر رواجاً عربی میں سلام دعا سے بھی محروم ہیں......"

اہل مغرب، مذہبی اختلافات کو اس طرح قبول کر لیتے ہیں کہ بہت تھوڑے مسلمان ایسا کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک عقیدہ ہی پہچان کی بنیاد ہے۔ سالہا سال سے میں بہت سے اچھے لوگوں سے مل رہا ہوں جو احمدی ہیں اور ان میں سے اکثر میرے دوست بن گئے ہیں اور میں ان کی دوستی کی قدر کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میرا یہ فعل مجھے ان لوگوں کی نظر میں "دشمن اسلام" بنادے گا جن کے بینرز حکومت پنجاب نے اتروائے نہیں ہیں۔

(ڈیلی ڈان لاہور 5/جون 2010ء)

دہشت گردی کا مقابلہ!

فضل حسین اعوان اپنے کالم شفق میں لکھتے ہیں۔

ہماری حکومت دہشت گردی اور دہشت گردوں کے خاتمے کے لئے پُرعزم ہے۔ آخری دہشت گرد کو اس کے انجام تک پہنچانے تک امریکہ کی جنگ صدق دل سے لڑنے کو مشن اور عسکریت پسندوں کے ساتھ مذاکرات نہ کرنے کو پتھر پر لکیر قرار دیتی ہے۔ وزیر داخلہ رحمٰن ملک صاحب نے تو یہاں بھی کہہ دیا کہ اس جنگ میں ان کی جان بھی چلی جائے تو پروا نہیں۔ ملک صاحب جس وقت جان کی قربانی کا عزم ظاہر کر رہے تھے اس وقت ان کے ارد گرد جدید اسلحہ سے مسلح حفاظتی دستوں کی فوج ظفر موج موجود تھی۔ ملک صاحب بلٹ پروف گاڑی میں سفر کرتے ہیں۔ آگے پیچھے اور دائیں بائیں بھی گاڑیاں ہوتی ہیں۔ دوسری طرف جس فورس سے دہشت گردوں کا مقابلہ کر رہے ہیں ان کے پاس جدید اسلحہ تو دور کی بات حفاظتی لباس تک بھی نہیں ہے۔ 28 مئی کو قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر مامور پولیس اہلکاروں کے پاس خالی بندوقیں تھیں۔ اگلے روز ناکے پر شہید ہونے والے تین پولیس اہلکاروں کے پاس بھی عام سا اسلحہ تھا۔ ناکوں پر اگر عوام کو پریشان کرنا ہے تو بغیر اسلحہ اور تربیت کے اہلکاروں کی تعیناتی درست ہے، اگر دہشت گردی کا مقابلہ کرنا ہے تو پولیس کو جدید اسلحہ دیا جائے اور ان کی کمانڈو لیول پر تربیت کی جائے۔ ایسی ہی واردات گزشتہ شب لاہور کے جناح ہسپتال میں ہوئی۔ اندازہ لگایا گیا کہ دہشت گرد قادیانیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ میں گرفتار ہونے والے زخمی ساتھی کو چھڑانے آئے تھے۔ دہشت گرد واضح ٹارگٹ تک کیسے پہنچ گئے؟ حکومت کی یہ کامیابی نہیں ہے کہ دہشت گرد سی آئی اے سنٹر، آئی ایس آئی دفتر اور جناح ہسپتال سے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے جانے میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ ناکامی یہ ہے کہ دہشت گردوں کو فرار کا موقع کیسے مل گیا۔

(روزنامہ نوائے وقت 2 جون 2010ء)

سانحہ لاہور کے وفا شعاروں کی خوبیاں اور سیرت کے قابل تقلید پہلو

ان کے لواحقین کے صبر و رضا اور عزم و ہمت کے اچھوتے انداز

رپورٹ: فخر الحق شمس

لاہور میں موجود جماعت احمدیہ کی دو مرکزی بیوت یعنی دارالذکر اور بیت النور میں جو ظالموں نے نماز جمعہ کے لئے جمع ہونے والے معصوم احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلی اس نے پاکستان سمیت پوری دنیا میں ہلچل مچادی۔ اپنے اور غیر سب ہی اس افسوسناک سانحہ پر دکھ اور غم کا اظہار کرتے نظر آئے۔ لیکن اس موقع پر ایک اور انہونی بات نے غیروں کو حیران اور ششدر کردیا اور یہ بات کسی نے بھی اپنی زندگی میں ہوتی دیکھی نہ سنی اور وہ حیرانی کی بات یہ تھی کہ احمدیوں نے احتجاج، توڑ پھوڑ، ہنگاموں، ہڑتال، جلسے اور جلوس کی بجائے ان 87 افراد کے سفاکانہ قتل کا مقدمہ اس عدالت میں پیش کردیا جس کے آگے دنیا کی سب عدالتیں ہیچ ہیں۔ انہوں نے اپنی آہ و بکا اور چیخ و پکار صرف اللہ کے حضور کی۔ کوئی ایک شخص بھی احتجاج کرتے ہوئے سڑک پہ نہ آیا بلکہ چشم فلک نے اس کے برعکس نظارے دیکھے، جبکہ بعض حالیہ دہشت گردی کے واقعات کے بعد عوام مسلسل کئی دن تک سڑکوں پر نکل آئی، مختلف تنظیموں کی طرف سے ہڑتالوں کی کال، جلسے جلسوس اور سوگ کے اعلان کئے گئے۔ تقریباً سب احمدی شہداء کے لواحقین صبر و رضا کی تصویر بنے اپنے اپنے شہید کے کارنامے بیان کرتے۔ اپنے عزیزوں کی جدائی پر دکھ کا اظہار تو ضرور کرتے لیکن اللہ کے حضور شہید کو ملنے والے اعزاز اور اسی نسبت سے ان لواحقین کو اپنی عزت بلند ہوتی نظر آتی تو مطمئن اور خوش ہوتے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے سب نے اس دکھ کی خبر کو کمال حوصلے سے اپنے سینے میں چھپالیا۔

ادارہ الفضل کی طرف سے خاکسار اور خاکسار کے ساتھی مکرم منیر احمد رشید صاحب معاون ایڈیٹر الفضل کو چند شہداء کے گھر تعزیت کرنے اور لواحقین سے ان کے تاثرات اور شہید مرحوم کے اوصاف، خوبیوں اور سیرت کے پہلوؤں کو جاننے کے لئے لاہور گئے۔ مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان اور مکرم و محترم طاہر احمد ملک صاحب امیر ضلع لاہور کی راہنمائی کے مطابق تین خدام مکرم مہر عرفان احمد صاحب، مکرم محمد محمود خان صاحب اور مکرم عمران ندیم صاحب کو ہمارے قافلہ میں شامل کیا گیا۔ دو دنوں میں ہم سب گھروں میں تو نہ جاسکے تاہم جہاں بھی گئے ہمیں خلافت سے وابستگی، عزم و ہمت اور صبر و رضا کی عظیم داستانیں سننے کو ملیں۔

اب خاکسار ذیل میں ان چند شہداء کا تعارف اور لواحقین کے تاثرات کا مختصر ذکر کرے گا جن کے گھر ہم ان دو دنوں میں جاسکے۔

مکرم کامران ارشد صاحب جماعتی خدمات میں آگے ہی رہا کرتے تھے۔ ایم ٹی اے لاہور کے ساتھ 1994ء سے منسلک تھے۔ اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ میں بھی خدمات انجام دیتے چلے آئے تھے۔ آجکل سیکرٹری تعلیم حلقہ کے فرائض ادا کررہے تھے۔ ایم ٹی اے سے متعلق تو آپ بہت جانفشانی سے کام کرتے تھے۔ اپنے وقت کا زیادہ حصہ دارالذکر میں قائم ایم ٹی اے کے دفتر میں گزرتا تھا۔ اس دن بھی آپ دفتر ایم ٹی اے میں تھے کہ فائرنگ کی آوازسن کے اور اپنے ساتھی کے ساتھ کیمرہ لے کر باہر بھاگے۔ تیسرے ساتھی نے کہا اندر ہی رہو باہر خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا یہی خدمت دین اور قربانی کا وقت ہے۔ کیمرہ سے ظالموں کی کارروائی محفوظ کرنے نکلے اور ان کے ظلم کا نشانہ بن گئے۔

آپ بہت حلیم الطبع، سادہ مزاج، بچوں کی اعلیٰ پائے کی تربیت کرنے والے اور نماز کے پابند نوجوان تھے۔ صبح ملازمت پہ جانے سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت ضرور کرتے، اپنے اور دوسرے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ الفضل میں شائع ہونے والے اہم مضامین اور ارشادات کی کٹنگز جمع کرکے رکھتے تھے اور گھر میں گاہے بگاہے پڑھ کر سناتے رہتے ان کے بھائی نے بتایا کہ اپنے پیارے بھائی کے بچھڑنے کا دکھ تو اپنی جگہ لیکن مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میرا بھائی شہید ہوا ہے۔ کامران شہید کی والدہ اپنے بیٹے کی شہادت پر بہت حوصلے میں تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کے بارے میں بتایا ایسے لگتا تھا جیسے اس کے پاس دین ہی دین تھا وہ دنیا کے کام نہیں کرتا تھا، وہ کہتا تھا دین اور دنیا اکٹھی نہیں چل سکتیں، وہ تو ہر وقت دین کی باتیں ہی کرتا رہتا تھا۔

مکرم مرزا اکرم بیگ صاحب دارالذکر اکثر شہادت کا ذکر کیا کرتے تھے اور اس رتبہ کو پانے کی خواہش کا اظہار بھی کرتے، جب ان کے ماموں کو واہ کینٹ میں شہید کیا گیا تو کہا کرتے تھے کہ کاش یہ گولیاں مجھے لگتیں۔ آپ نمازوں کے بے حد پابند تھے، وقت کی بہت قدر کرتے تھے، نمازوں سمیت ہر کام بروقت کرنے کے عادی تھے۔ دس سال سے دارالذکر میں باقاعدہ اعتکاف بیٹھ رہے تھے۔

جمعہ کی ادائیگی کے لئے آپ دارالذکر کے ہال میں بیٹھے تھے کہ حملہ میں آپ کو گرنیڈ کے شیل لگے اور آپ زخمی ہوگئے، 3 بجے سہ پہر کے قریب اپنے چھوٹے بیٹے کو فون کیا اور کہا بیٹا میں زخمی ہوا ہوں دعا کرنا۔ جب ان کی اہلیہ صاحبہ نے پوچھا کتنے زخمی ہیں تو کہا تھوڑا زخمی ہوں۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے بتایا کہ ان کی شہادت ہمارے لئے اعزاز کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیارے بندوں میں شامل کرلیا۔ انہوں نے بتایا جب حضور انور ایدہ اللہ کا فون آیا پھر تو دل بالکل مطمئن ہوگئے۔ غم کی کوئی بات نہیں رہی۔ یہ تو ساری جماعت پر ہی مشکل وقت آیا اللہ تعالیٰ اس کو حل فرمائے۔ شہید مرحوم کا دل بہت نرم تھا۔ بچوں کو بالکل نہ ڈانٹتے تھے۔ ایک کے بعد دوسری نماز کی تیاری میں لگ جاتے۔ اپنے رشتہ داروں سے بہت اچھا سلوک کرتے۔ ان سے ملنا اور فون پر رابطہ رکھنا معمول تھا۔ ہنس مکھ اور عمدہ اخلاق اور سادہ مزاج کے مالک تھے، خوشبو کے بہت شوقین تھے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا مجھے لگتا ہے جیسے عبادتوں میں کمی رہ گئی ہے۔ جو میں پانا چاہ رہا ہوں وہ پا نہیں رہا، ان کو شہادت کا رتبہ عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعائیں قبول فرمالیں۔

مکرم عرفان احمد ناصر صاحب دارالذکر کے عقب میں رہتے تھے۔ بچپن سے ہی اپنے والد مکرم عبدالمالک صاحب کے ساتھ نمازوں پر آنا اور خدمت خلق کے کام کرنا ان کی عادت میں شامل تھا۔ بہت اطاعت گزار اور ہر ایک کا کام فوری کرنے والے نوجوان تھے۔ اپنے محلّہ میں احمدیوں اور غیر از جماعت ہر ایک سے اچھے تعلقات تھے۔ اس دن بھی صبح کے وقت ایک غیر از جماعت ہمسایہ کی گاڑی کے ٹائر کو پنکچر لگوایا اور ٹائر کو گاڑی میں فٹ کیا۔ ان کی یہ خاص خوبی تھی کہ کسی بھی کام کا انکار نہیں کرتے تھے۔ ہر جمعہ کے دن شوق سے دارالذکر کے باہر ٹریفک کنٹرول کرنے کی ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ ان کے بڑے بھائی مکرم عطاء القدوس صاحب نے بتایا کہ میں اس کو کہتا کہ کبھی اندر بھی ڈیوٹی دے دیا کرو لیکن اس کا یہی جواب ہوتا کہ نہیں جو مزا باہر ڈیوٹی دینے میں ہے وہ اندر کہاں۔ حملہ سے پہلے بھی مین گیٹ سے باہر اپنی ڈیوٹی پر کھڑے تھے کہ ظالموں نے سب سے پہلا برسٹ انہی پر مارا اور اندر داخل ہوئے۔ شہید مرحوم شدید زخمی حالت میں 25,20 منٹ تک گیٹ سے باہر ہی پڑے رہے۔ جب ہسپتال لے جایا جارہا تھا تو راستے میں جام شہادت نوش کیا۔ میو ہسپتال میں لائی جانے والی یہ پہلی ڈیڈ باڈی تھی۔

مکرم منور احمد خان صاحب دارالذکر جماعت کے فعال کارکن تھے۔ اس دن 12 بجکر 50 منٹ پر دکان سے آئے، غسل کرکے، سفید کاٹن کا سوٹ پہنا، خوشبو لگائی اور ایک بجکر دس منٹ پر جمعہ کی ادائیگی کے لئے دارالذکر چلے گئے۔ کچھ بھی ہو آپ جمعہ ضرور پڑھتے تھے۔ بہت نیک انسان تھے اور بچوں کی صحیح تربیت کا بہت خیال کرتے تھے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے بتایا کہ حالات خراب ہونے کے بعد ایک دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر ایسا موقع مجھ پر آگیا اور میں دنیا میں نہ رہا تو میری نصیحت ہے کہ بچوں کو جماعت سے وابستہ رکھنا۔ انہوں نے بتایا کہ ڈیڑھ ماہ پہلے میں نے خواب دیکھی تھی کہ ہمارے گھر کی چھت گرگئی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کی شہادت کا صدمہ اپنی جگہ لیکن جب سے حضور انور کا فون آیا ہے ایسے لگتا ہے جیسے جسم میں طاقت بھرگئی ہے۔

مکرم اعجاز احمد بیگ صاحب آف لنگروال بہت سادہ مزاج اور اللہ پر توکل کرنے والے وجود تھے۔ اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے دو ماہ سے جمعہ پر نہیں جارہے تھے، اس دن کچھ طبیعت سنبھلی تو جمعہ پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو اہلیہ صاحبہ نے پینٹ شرٹ پریس کرکے دی، بہت پُرسکون انداز میں تیار ہوئے اور جمعہ پر چلے گئے۔ اس دن بہت خوبصورت اور صحت مند لگ رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے کبھی بیمار ہوئے ہی نہیں۔ ان کی اہلیہ نے بتایا اس دن ان کے والد، خاوند اور بیٹا جمعہ پر گئے تھے لیکن والد اور بیٹا تو واپس آگئے لیکن خاوند نہ آئے، ان کی تیاری رنگ لائی اور شہادت کا رتبہ پا کر اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کی اہلیہ نے کہا حضور انور کے فون سے دل کو سکون اور بہت حوصلہ ہوا۔ پہلے ایسی حالت نہیں تھی لیکن حضور کی شفقت پر بہت ڈھارس ہوئی۔ شہید مرحوم بہت صابر، شاکر اور کسی بات کی ٹینشن نہ لیتے تھے۔

مکرم محمد اسلم بھروانہ صاحب چیف مکینیکل انجینئر پاکستان ریلوے جماعت کے دیرینہ خادم اور انتھک محنت کرنے والے تھے۔ آغاز سے خدمت دین بجالاتے رہے۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع اور علاقہ راولپنڈی اور قائد مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ لاہور بھی رہے۔ آجکل سیکرٹری تربیت برائے نومبائعین ضلع و سیکرٹری جائیداد ضلع لاہور تھے۔ آپ بہت بہادر، نڈر اور دوسروں کے کام آنے والے تھے۔ ریلوے سے متعلق کوئی کام بھی ہوتا پہلی فرصت میں انجام دیتے۔ آپ نے زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ حضور انور کی طرف سے منظوری کا خط بھی آگیا تھا اسی لئے بیماری میں اپنی صحت کا خوب خیال رکھتے تاکہ زیادہ سے زیادہ خدمت دین بجالاسکیں انہیں اپنے وقف کا بہت خیال تھا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد خدمت دین کی طرف توجہ تھی۔ اپنا، اپنی اولاد کا اور والدین کے چندے سب سے پہلے اور پورے حساب سے ادا کرتے۔ آپ کو خلافت سے بہت عشق تھا۔ جس دن آپ کی شہادت ہوئی اس دن بعد نماز جمعہ ربوہ جانا تھا۔ آپ نے ہمیشہ جماعتی کاموں کو ترجیح دی۔

اپنی اولاد کو نصیحت کرتے کہ ہمیشہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا کرو۔ دارالذکر جا کر نماز پڑھا کرو، مغرب کی نماز پر بچوں کو خاص طور پر ساتھ لے جاتے۔ بیت میں ایک دو نمازیں ضرور پڑھنے کی تلقین کرتے۔ جب بچے

چھوٹے تھے تو گھر میں ہی باجماعت نماز ادا کرتے۔ جب بچے بڑے ہوگئے تو دارالذکر جانے کی ہدایت کرتے۔ مرکزی مہمانوں کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے۔ آپ نے احمدیت کے بارے میں کبھی نہیں چھپایا، آپ کو کسی قسم کا دنیاوی لالچ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیاوی اور دینی لحاظ سے آپ کو بہت اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا۔ حملہ کے وقت آپ سے کہا گیا کہ محراب سے محفوظ مقام پہ چلے جائیں لیکن آپ نہ گئے اور محراب کا دروازہ کھول کر جونہی باہر نکلنے لگے تو حملہ آور سامنے ہی کھڑا تھا اس نے برسٹ مارا جو آپ کے بائیں طرف لگا اور آپ موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ شہیدوں کے بارے میں آپ کہا کرتے تھے کہ یہ بہت خوش قسمت ہوتے ہیں۔ اگر آپ اس حملہ سے بچ بھی جاتے تو بے چین رہنا تھا کہ میں شہید کیوں نہ ہوگیا۔

آپ کے بیٹوں نے کہا ہمیں دکھ تو ہے لیکن خوشی بھی ہے کہ شہید کے بیٹے ہیں۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے بتایا کہ حضور انور نے فون پر ان کی جماعتی خدمات کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا کہ دیکھیں اللہ نے ان کو کتنا بڑا رتبہ دیا۔ ہمیں اس سے بہت تسلی ہوئی ہے۔ سب گھر والے کہتے ہیں کہ ہم احمدیت پر پہلے سے زیادہ پکے ہو گئے ہیں۔

مکرم اسلم بھروانہ صاحب کے بھانجے مکرم سجاد بھروانہ صاحب بھی اسی حملہ میں شہید ہوئے جو آپ کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ آپ بھی بہت سی خوبیوں کے مالک اور خدمت دین بجالانے والے نوجوان تھے اور آجکل معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔

مکرم مسعود احمد باجوہ صاحب دارالذکر بہت ملنسار، قناعت پسند، خوددار، مہمان نواز، سادہ طبیعت، گھل مل کر رہنے والے، مرکز سے آنے والوں کا خیال رکھنے والے، دوسروں کے کام آتے اور حضور انور کا خطبہ باقاعدگی سے سنا کرتے تھے۔ جماعتی کاموں میں بھی آگے رہا کرتے، سیکرٹری تعلیم القرآن حلقہ، امین حلقہ اور زعیم حلقہ انصاراللہ کے عہدوں پر خدمات بجالا رہے تھے۔ آپ شوق کے ساتھ بچوں کے کام خود کیا کرتے تھے۔ آپ کے رشتہ دار بتاتے ہیں کہ انہوں نے کبھی رابطہ نہیں توڑا۔ زخمی ہونے کے بعد زیادہ باتیں نہ کیں صرف یہی کہا دعا کرو اللہ فضل کرے گا اور زیرلب دعائیں کرتے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

جب بھی آپ نے یا کسی نے بیرون ملک جانا ہوتا تو یہ آپ کا روٹین تھا کہ پاسپورٹ اور ٹکٹ اپنے پاس سنبھال کر رکھتے اور عین وقت پر متعلقہ افراد کے حوالے کرتے۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے 8 جون کو کینیڈا جانا تھا، اس دن صبح کے وقت آپ نے اپنے پاس سنبھالی ہوئی ٹکٹ اور پاسپورٹ اپنی اہلیہ کے حوالے کردیا، اس سے پہلے ساری زندگی ایسا نہ کیا جیسے شہادت کا اشارہ مل گیا ہو اور آپ کو اس دن یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ آج مجھے کوئی کام نہیں سب کام ختم ہوگئے۔

مکرم محمد اشرف بلال صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی دنیوی برکات دینے کے ساتھ ساتھ ایک فراخ، رحمدل اور غریبوں کے کام آنے والا دل بھی عطا کیا ہوا تھا۔ اشرف انجینئرنگ کے نام سے کاروبار کا آغاز کیا اور زیادہ پڑھے لکھے نہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں بہت برکت عطا فرمائی۔ آپ شروع سے ہی دعا گو، بہت زیادہ استغفار کرنے والے اور ہر دم اللہ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ غریبوں، ضرورتمندوں، ناداروں اور سوال کرنے والوں کے ہمیشہ کام آتے، اللہ کی راہ میں لاکھوں روپے ماہانہ خرچ کردیتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ مجھے جو کچھ ملا ہے۔ اللہ سے محبت کے نتیجہ میں ملا ہے، میرے اندر تو اتنی قابلیت نہیں تھی۔

آپ کی اہلیہ صاحبہ نے بتایا کہ بعض اوقات آپ اتنی مالی قربانی کردیتے کہ میں حیران ہوکر پوچھتی ہمارا آپ کو اتنا خیال نہیں جتنا ضرورتمندوں اور غریبوں کا ہے تو یہ قربانیاں کرکے کونسا محل بنا رہے وہ مسکرا کر کہتے کہ ایسا کرنا ضروری ہے۔ اپنے خاوند کی شہادت پر انہوں نے کہا پہلے میں بہت تکلیف محسوس کررہی تھی۔ پھر اللہ کی طرف سے سہارا ملا کہ آخر سب نے تو اس جہان سے ایک دن جانا ہی ہے، ایکسیڈنٹ کے ذریعہ بھی تو موت آتی ہے نا۔ جتنی اعلیٰ موت میرے خاوند کو ملی اس سے آگے اور کیا چاہئے۔ میں ان کی شہادت پر فخر محسوس کرتی ہوں کہ انہوں نے ہمارے لئے ایک نیک نمونہ چھوڑا ہے۔ حضور انور کے فون سے دل کو اور ڈھارس ہوئی۔ حضور انور نے فرمایا جو نیک سلسلے انہوں نے جاری کئے تھے ان کو جاری رکھیں اور بیٹے کو لے کر دفتر جایا کریں۔ دارالذکر کے حملہ میں آپ کو کندھے پر گولی لگی۔ آپ نے ڈرائیور کو فون کیا اور بتایا مجھے گولی لگی ہے کسی کو مت کہنا، ویسے بھی یہ آپ کی عادت تھی کہ کچھ بھی پریشانی ہو وہ چھپا لیا کرتے تھے۔ دارالذکر کے جنوبی کوریڈور میں آپ کی شہادت ہوئی۔ ان کی اہلیہ نے بتایا پچھلے دو ماہ میں آپ کا رویہ روٹین سے ہٹ کر ہوگیا تھا۔ ضروری کاموں کی انجام دہی بروقت کرادی۔ حضور انور آپ کو ذاتی طور پر جانتے تھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو آپ دل کھول کر مالی جہاد میں حصہ لیتے اور دوسرا آپ کا گھر حلقہ بیت الفضل میں تھا۔

مکرم محمد آصف فاروق صاحب ایم ٹی اے لاہور کی ٹیم میں شامل تھے جب آپ کے والد مکرم لیاقت علی صاحب نصرت کالونی مصطفیٰ آباد نے 1995ء میں بیعت کی تو آپ کی عمر 15 سال تھی۔ اپنے والد کے ساتھ بہت صبر اور حوصلے سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ آپ گرافک ڈیزائننگ میں جاب کررہے تھے اور ساتھ ساتھ ورچوئل یونیورسٹی سے بی اے ابلاغیات کررہے تھے۔ اس دن اپنے ساتھی اور دوست کے ساتھ دارالذکر کی بالائی منزل پر واقع ایم ٹی اے لاہور کے دفتر میں کام کررہے تھے کہ گولیوں اور دھماکوں کی آوازیں سن کر باہر نکلے اور کیمرہ بھی ساتھ لے لیا لیکن حملہ آور سامنے ہی کھڑا تھا، اس سے بچنے کے لئے آپ نے دوسری منزل سے چھلانگ لگادی، حملہ آور نے آپ کے نیچے کود جانے کے بعد آپ پر برسٹ مارا جس کی وجہ سے آپ کی شہادت ہوگئی۔ آپ اپنے دفتر، دارالذکر یا گھر کے علاوہ اور کہیں نہیں جاتے تھے۔ ہر اتوار کا دن دارالذکر میں ہی گزرتا۔ شہادت سے قبل مسلسل تین دن ایم ٹی اے لاہور کے دفتر میں دن رات کام کرتے رہے۔ شہادت والے دن صبح تین بجے گھر آئے اور اپنی والدہ سے کہا کہ میں سارے کام ختم کر آیا ہوں۔ آپ کے والد صاحب بہت سادہ مزاج اور علم دوست انسان ہیں، بہت نامساعد حالات میں 15 سال پہلے بیعت کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے احمدیت پر استقامت عطا فرمائی اور پھر ان کے لخت جگر کو شہادت دے کر اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کو قبول فرمالیا۔ ان کو اپنے بیٹے کی شہادت پر دکھ تو بہت تھا لیکن آپ بہت اطمینان، سکون قلب اور بشاشت سے سب واقعات سنا رہے تھے۔ محمد آصف کا ایک بیٹا 2 سال کا ہے اور آپ کی شہادت سے چند دن بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اور بیٹا عطا فرمایا ہے۔

مکرم شیخ شمیم احمد صاحب شادباغ کے اعلیٰ اخلاق کی ہر ایک گواہی دیتا تھا۔ آپ پیار اور محبت کرنے والے اور ہنس مکھ انسان تھے۔ چاہے کتنے بھی پریشان ہوں چہرے پر اطمینان اور سکون ہی رہتا۔ طبیعت میں لاپرواہی نہیں تھی۔ مالی قربانی میں بہت آگے تھے۔ تین ماہ بے روزگار رہے لیکن پھر بھی چندہ ادا کرتے رہے۔ ان کی جیب سے شہادت کے دن کی 200 روپے صدقہ کی رسید برآمد ہوئی۔ آپ اپنے حلقہ کے آڈیٹر تھے۔ شہادت کے دن پونے دو بجے آپ نے اپنے تایا کے بیٹے کو فون کیا کہ میں دارالذکر کے اندر ہوں، دہشت گردوں کا حملہ ہوگیا ہے۔ بعض احباب نے بتایا آپ امیر صاحب کے سامنے کھڑے تھے۔ آپ کی والدہ نے بتایا کہ میرا بیٹا بہت پیارا تھا وہ میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ میرے اللہ نے میرے بیٹے میں بہت سی خوبیاں بھری تھیں۔ ہر کسی کے کام آتا چاہے محلے والے یا بازار والا ہی شخص کیوں نہ ہو۔ ان کی اہلیہ نے بتایا کہ ہم پہلے ہی حوصلہ میں تھے لیکن حضور انور کے فون کے بعد اور زیادہ مضبوطی ہوئی ہے۔ اللہ ہمارے ساتھ ہوگا۔ انشاءاللہ۔

مکرم محمد شاہد صاحب الفیصل ٹاؤن کینٹ لاہور اس دن محراب کے ساتھ بائیں طرف ڈیوٹی دے رہے تھے کہ حملہ آوروں کا نشانہ بن کر شہادت کا رتبہ حاصل کرلیا۔ اپنوں اور غیروں سے جھک کر ملتے سلام کرتے اور دعا کی درخواست بھی کرتے۔ والد صاحب جب بھی کوئی بات سمجھاتے، آگے سے جواب کبھی نہ دیا، سر نیچے کرکے خاموشی سے بات کرتے۔ تین ماہ سے پانچ وقت نماز کی زیادہ پابندی کرنی شروع کردی تھی اور سگریٹ بھی چھوڑ دی تھی۔ جمعہ سے پہلے ہمیشہ صدقہ دیتے۔ اس دن بھی جیب سے 50 روپے کی صدقہ کی رسید نکلی۔ ان کے والد صاحب نے بتایا کہ میں نے اڑھائی بجے فون کیا اور پوچھا کیا صورتحال ہے۔ بتایا میں اندر ہال میں ہوں، میرے سامنے ایک شہید اور ارد گرد بہت سے زخمی موجود ہیں، باہر کیا ہورہا ہے اس کا کوئی پتہ نہیں، میں نے کہا بچ کے اور احتیاط کے ساتھ رہو۔ انہوں نے کہا بچنا کیا ہے ان کو روکنے کی کوشش کریں گے، انہوں نے حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش کی لیکن سامنے سے گولیاں لگیں۔ ان کے والد صاحب نے مزید بتایا کچھ دن پہلے صدر میں دوستوں کے پاس گیا اور کہا کہ اگر میرا کسی کے ساتھ لین دین ہے تو بتادیں تاکہ میں کلیئر کردوں اس دن جمعہ کے لئے جانے لگے تو کھایا کچھ نہیں لیکن آدھا گلاس دودھ پیا، کہا کھانا نہیں کھانا، میں لیٹ ہوجاؤں گا۔

چھوٹے بھائی نے بتایا کیونکہ ہماری دکان ہے اس لئے اس جمعہ کو انہوں نے دکان پر بیٹھنا تھا اور میں نے جمعہ پہ جانا تھا لیکن انہوں نے کہا اس دفعہ مجھے جمعہ پہ جانے دو اگلی دفعہ تم چلے جانا۔

کیپٹن (ر) مرزا نعیم الدین صاحب حلقہ شمالی چھاؤنی کے سیکرٹری صحت جسمانی تھے۔ جماعت کے بہت فعال کارکن تھے۔ جماعت کی ہر لحاظ سے خدمت کرنے والے تھے۔ سانحہ کے دن آپ کا بیٹا دارالذکر کے گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ حملہ میں زخمی ہوگیا اور بیہوش تھا۔ نصف گھنٹہ بعد اس نے آپ کو فون کیا کہ میں ٹھیک ہوں۔ آپ نے اپنے بیٹے کے زندہ ہونے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ زخمی حالت میں محراب کے پاس موجود تھے۔ آپ نے پیشہ ورانہ صلاحیت کی وجہ سے دو احباب کو ہدایت دی کہ وہ دوسرے زخمی کی اوٹ میں اوندھے منہ لیٹ جائیں۔ وہ دونوں احباب خدا تعالیٰ کے فضل سے بچ گئے۔ کیونکہ آپ کے پیٹ میں گولی لگی تھی۔ اس لئے ایک کونے میں بیٹھے بیٹھے ہی شہید ہوگئے۔ آپ اور آپ کی اہلیہ میں بہت مثالی تعلق تھا۔ پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں تو بہت خوش تھے۔ اپنی اہلیہ کو بھی خوش رہنے کی تلقین کی۔

ایک دفعہ 6 ستمبر کے دن بہت غمگین تھے، آنکھوں میں آنسو لئے انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ یہ پاکستانی جنگوں میں کام آنے والے شہداء کتنے خوش قسمت ہیں کہ ہم ان کو ہر سال یاد رکھتے ہیں۔ کہا میں نے بھی جنگوں میں حصہ لیا لیکن شہادت نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن اب بیت النور میں شہادت کا جام نوش کرکے تاریخ احمدیت میں امر ہوگئے۔

مکرم پروفیسر عبدالودود صاحب ایم اے انگلش، ایل ایل بی شمالی چھاؤنی جماعتی خدمات میں بہت فعال تھے۔ آپ گورنمنٹ کالج باغبانپورہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ اپنے حلقہ مصطفیٰ آباد کے صدر اور نائب زعیم انصاراللہ رہے۔ خلافت جوبلی کے موقع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب کو لائیو سنانے کا آپ نے اہتمام کیا اور احباب جماعت اور غیراز جماعت بکثرت اس میں شریک ہوئے۔ آپ بہت ملنسار، حلیم الطبع اور نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ آجکل صدر لجنہ حلقہ شمالی چھاؤنی ہیں۔ انہوں نے اپنے تاثرات

میں بتایا کہ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے یہ اعزاز عطا فرمایا۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ میرے خاوند کا اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ مقام ہوگا۔ آپ سب سے محبت کرنے والے اور نرم طبیعت کے مالک تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے امر زندگی دے دی۔ حضور انور کا فون آنے پر جذبات پر قابو مشکل ہوگیا۔ ان کی شہادت کے ثمرات ابھی سے ملنا شروع ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی جلدی ہمیں حوصلہ عطا فرمایا کہ لگتا ہی نہیں کہ وہ ہم کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

آپ نمازوں اور گھر میں ہونے والی قرآن کلاس کے بارے میں بہت سختی کرتے تھے۔ آپ نے سائق سے خدمات سلسلہ کا آغاز کیا، ہر بات کو سچ اور صحیح طور پر کہتے۔ ان کی اہلیہ نے بتایا آخری دنوں کی نمازوں میں ولنبلونکم......والی آیات کی بکثرت تلاوت کرتے درہے۔ اپنے بھائیوں سے دوستانہ تعلق تھا۔ عید کے دنوں میں سب بہن بھائی اکٹھے ہوتے۔ خاندان میں کوئی مسئلہ ہوتا آپ کے مشورے بہت معاون ثابت ہوتے۔ آپ نے بھائی کو کہہ رکھا تھا کہ رشتہ داروں یا غیروں کو کوئی بھی ضرورت ہو وہ پوری کر دیا کریں اور بعد میں مجھ سے رقم وصول کرلیں۔

مکرم ومحترم منیر احمد شیخ صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع لاہور دارالذکر کے محراب میں احباب جماعت کو ہدایات دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے۔ کئی افراد نے آپ کو محفوظ مقام پر پہنچانے کو کہا لیکن آپ نے امیر جماعت کا حق ادا کرتے ہوئے احباب جماعت کی حفاظت کو اولیت دی۔

مکرم منیر اے شیخ صاحب شروع سے ہی تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ 1966ء میں سول جج بنے اور تا وفات انصاف کا علم بلند رکھا۔ آپ کے انصاف کی بہت مشہوری تھی۔ جس کیس کا بھی فیصلہ کیا سچ، حق اور انصاف کے تقاضوں کو ترجیح دی اور ہمیشہ علی الاعلان اپنے احمدی ہونے کا بتایا۔

محترم امیر صاحب کی اہلیہ صاحب نے بتایا اس دن فون آیا کہ اٹیک ہوا ہے، میں نے کہا مجھے پتہ لگ گیا ہے، اپنی صورتحال بتائیں۔ انہوں نے کہا سر اور ٹانگ پہ چوٹ آئی ہے، میں ٹھیک ہوں، آپ کی آواز نارمل تھی۔ عینی شاہدین کے مطابق حملہ کے وقت آپ کھڑے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر کہہ رہے تھے کہ احباب بیٹھ جائیں اور درود شریف پڑھیں۔ آپ نے شہادت سے قبل آخری دفعہ درود پڑھا اور اشہد ان لا الہ الا اللّٰہ کہتے ہوئے شہادت کا جام نوش کیا۔ آپ سادہ مزاج اور منکسر المزاج شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ نے بتایا میں نے آپ سے زیادہ بیلنسڈ آدمی زندگی میں کہیں نہیں دیکھا۔ آپ نے سسرال اور اپنی فیملی کو ایک کرکے دکھا دیا۔ سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتے۔ بچوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک رکھا، کبھی ان کو کسی بات سے نہ ڈانٹا، متوکل انسان تھے ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کیا۔ آپ وقت کے بہت پابند تھے، آپ نے اپنے کاموں کو ایک خاص ترتیب سے رکھا ہوتا تھا، گھر میں ایسے رہتے کہ پتہ ہی نہ چلتا کہ آپ اتنے بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ آپ کے ساتھی جج اپنے گھروں میں ہمیشہ فائلز لے آتے اور رات گئے تک کیسز تیار کرتے رہتے لیکن آپ نے اپنی زندگی میں کبھی گھر بیٹھ کے کیس تیار نہ کیا، یوں لگتا جیسے آپ کے پاس کوئی کام ہی نہیں ہے۔ دراصل آپ اپنے دفتر میں وقت ضائع نہ کرتے بلکہ دفتر کے کام دفتر میں ہی نمٹا دیتے۔ آپ کی جہاں جہاں پوسٹنگ رہی آپ کی دیگر ججوں کے مقابل پر کیسز حل کرنے کی آؤٹ پٹ زیادہ رہی۔ آپ بہت ذہین اور اعلیٰ سوچ کے مالک تھے، طبیعت میں مزاح تھا، سراپا شفقت ہی شفقت تھے، ملازموں اور غریبوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے۔ آپ کی اہلیہ نے بہت پُرعزم لہجے میں کہا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی رضا میں راضی ہوتے ہیں تو ہم اس وقت بھی راضی ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فون کے بعد تو مزید حوصلہ بڑھا۔ حضور کی زبان مبارک سے اپنے خاوند کے لئے تعریفی کلمات سن کر بہت سکون محسوس ہوا اور لگا کہ یہ بندہ واقعی اس موت کا حقدار تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ ایسی قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح مبین دینی ہے۔ یہ مجھے بھرپور یقین ہے۔

مکرم عمیر احمد ملک صاحب ابن مکرم عبدالرحیم صاحب فیصل ٹاؤن انتہائی سلجھے ہوئے اور متعدد خوبیوں کے مالک نوجوان تھے۔ خوش شکل، اونچے لمبے اور چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ سجائے رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنا اچھا چہرہ بنایا تھا اس سے اچھا اور خوبصورت دل بھی عطا فرمایا۔ شہید مرحوم ہر مسئلہ اور مشکل مرحلہ کو منٹوں میں حل کر لیتے۔ آپ کا تعلیمی ریکارڈ شروع سے ہی بہت شاندار رہا۔ میٹرک ماڈل ٹاؤن پبلک سکول، ایف اے سائنس کالج، بی سی ایس اور ایم سی ایس پنجاب کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن سے کیا۔ آپ نے بہت آغاز میں وصیت کی تھی اور ساتھ ہی والدین اور اہلیہ کی وصیت بھی کرائی۔ آپ کو جماعتی خدمات کا بہت شوق تھا ضلع اور علاقہ کی سطح پر خدام الاحمدیہ میں کافی عرصہ تک خدمات کیں۔ چھ سات سال تک ناظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور رہے۔ آجکل نگران بلاک مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اسی طرح ایسوسی ایشن آف احمدی کمپیوٹر پروفیشنلز میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ آپ ایسوسی ایشن کی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر، لاہور چیپٹر کے صدر اور ایسوسی ایشن کے مرکزی آڈیٹر کی ذمہ داریاں بھی خوب نبھاتے رہے۔ آجکل ایسوسی ایشن کے مرکزی فنانس سیکرٹری کی خدمت پر فائز تھے۔ آپ نے تین دفعہ اعتکاف بیٹھنے کی توفیق بھی حاصل کی۔ آپ واپڈا کے کنٹریکٹر تھے۔ صرف 36 سال کی عمر میں ہی آپ نے اپنے بزنس کو ترقی دے کر کامیاب سے ہمکنار کیا۔ اپنے دفتر میں بڑے بڑے لوگوں کے مسائل حل کرنا آپ کا معمول تھا۔ پسماندگان میں آپ نے والدین مکرم عبدالرحیم صاحب، مکرمہ قدسیہ رحیم صاحبہ کے علاوہ اہلیہ مکرمہ رابعہ عمیر صاحبہ بنت مکرم شیخ جمیل احمد صاحب انجینئر واپڈا، ایک بیٹا عزیزم عمر احمد عمر اڑھائی سال، ایک بیٹی عزیزہ فلضہ عمر 3 ماہ، دو بھائی مکرم زبیر احمد ملک صاحب ناظم مجلس اطفال الاحمدیہ ضلع لاہور اور مکرم علی عذیر صاحب شامل ہیں۔

آپ کچھ عرصہ سے گھر کے کاموں کی طرف بہت توجہ دے رہے تھے، ہر کام جلدی میں مکمل کروا رہے تھے۔ گھر کے ڈرائنگ روم کو نئے انداز سے تیار کروایا۔ فرش تبدیل کیا، نیا فرنیچر اور پینٹ وغیرہ کرایا۔ جیسے ان کو کسی بات کی جلدی تھی۔ پوچھنے پر کہتے مہمان آئیں گے اس سے پہلے ہر کام مکمل ہونا چاہئے اور پھر اسی ڈرائنگ روم میں آپ کی میت کو رکھا گیا۔ شہادت کے دن صبح سوا دس بجے سفید کلف والے کپڑے زیب تن کر کے دفتر کے لئے نکلے۔ ہر ایک نے محسوس کیا کہ آپ خلاف معمول بہت اچھے لگ رہے تھے۔ بیت النور ماڈل ٹاؤن میں ڈائس کے سامنے دوسری صف میں جمعہ کے لئے بیٹھے تھے کہ حملہ ہوگیا۔ آپ کے پیٹ اور جسم کے دیگر حصوں میں گولیاں لگیں جس سے آپ شدید زخمی ہوگئے۔ تقریباً پون گھنٹے بعد جب ماحول کلیئر ہوا تو آپ کے والد صاحب قریب آئے تو شہید مرحوم اوندھے لیٹے تھے، پسینے اور خون میں لت پت تھے بہت آہستہ آواز میں کہا مجھے گولیاں لگی ہیں میں سیدھا نہیں ہوسکتا۔ سب گھر والوں کا پوچھا اور پانی مانگا جب والد صاحب نے پانی دیا تو ذرا آنکھیں کھول کے والد کے چہرے کو دیکھا اور نحیف آواز میں کہا خون بہت بہہ گیا ہے۔ مجھے معاف کردیں، خدا حافظ اور ساتھ ہی اپنی جیب سے کار کی چابی، موبائل اور پرس نکال کے اپنے والد کے حوالے کردیا۔ جلدی سے ان کو ایمبولینس میں جناح ہسپتال لے جایا گیا۔ ایک احمدی ڈاکٹر اور دو نرسوں نے فوری طور پر طبی امداد شروع کردی، اوپر والا بلڈ پریشر 50 تک آگیا تھا۔ خون دینے کے لئے خدام پہنچ گئے۔ جونہی خون کی بوتل لگائی گئی تو ڈاکٹر نے کہا خون پھر نکلنا شروع ہوگیا ہے۔ لگتا ہے کوئی اندرونی زخم ہے جس کا آپریشن ضروری ہے۔ آپریشن کے دوران ہی اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے آپ نے جام شہادت نوش کیا۔

محترم جنرل (ر) ناصر احمد صاحب صدر حلقہ ماڈل ٹاؤن اپنی صدارت کا حق ادا کرتے ہوئے شہادت کا رتبہ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں اعزاز عطا فرمائے۔ پہلا اعزاز 1971ء میں اپنے وطن کے لئے لڑتے ہوئے آپ زخمی ہوئے اور غازی کے طور پر واپس لوٹے اور دوسرا اعزاز مسیح موعود کی روحانی فوج میں شامل ہو کے بیت الذکر میں شہادت کا رتبہ پایا۔ آپ کے والد مکرم چوہدری صفدر علی صاحب پولیس میں سب انسپکٹر تھے۔ 1930ء میں ان کی شہادت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر 10 سال تھی۔ آپ کے والد بہت کھلے دل کے مالک تھے، کہا کرتے تھے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میرے ڈیرے پر روزانہ ایک کلو نمک خرچ ہو یعنی اتنے مہمانوں کا سالن بنے جس میں ایک کلو نمک استعمال ہو۔

شہید مرحوم کو 1942ء میں بنگلور سے کمیشن ملا اور پھر آپ کی آرمی پیشہ ورانہ زندگی بہت مصروف رہی۔ دوسری جنگ عظیم میں برما کے محاذ پر کارنامے انجام دینے سے لے کر 1975ء میں ریٹائرمنٹ تک آپ نے بہت کامیاب زندگی گزاری۔ آپ اطاعت گزار اصول پسند، بہت بہادر، سادہ طبیعت اور اپنے کام سے کام رکھنے والے عاجز انسان تھے۔ 1987ء سے وفات تک آپ 23 سال تک صدر حلقہ ماڈل ٹاؤن رہے۔ سیکرٹری اصلاح و ارشاد جماعت احمدیہ ضلع لاہور اور دیگر کئی شعبوں پر سالہا سال تک خدمات سرانجام دیں۔ حملہ کے وقت آپ نے احباب جماعت کی راہنمائی کی اور بڑے پُرحکمت طریق پر ہال میں موجود رہے تاکہ دشمن کو تہہ خانے کی طرف توجہ نہ ہوسکے جہاں سینکڑوں احباب موجود تھے۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں تین بیٹے مکرم طاہر احمد صاحب پی آئی اے کراچی، مکرم ڈاکٹر ظافر احمد چوہدری صاحب، امریکہ اور مکرم ماہر احمد چوہدری صاحب امریکہ اور چار بیٹیاں مکرمہ رخشندہ بانو صاحبہ اہلیہ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر خالد سعید چوہدری صاحب لاہور، مکرمہ فریدہ بانو صاحبہ اہلیہ مکرم کموڈور (ر) خالد مہار صاحب لاہور، مکرمہ عاصمہ بانو صاحب اہلیہ مکرم خالد جعفری صاحب امریکہ اور مکرمہ مزمل چوہدری صاحبہ اہلیہ مکرم فرید احمد کاہلوں صاحب کراچی چھوڑی ہیں۔

مکرم ناصر محمود خان صاحب اپنے حلقہ گلبرگ میں ہر قسم کی دینی خدمات کرنے والے نوجوان تھے۔ حلقہ کے ہر احمدی گھر کا کوئی کام ہوتا۔ فوراً پہنچ جاتے اور خوشدلی سے مکمل کر لیتے۔ خاص طور پر ایم ٹی اے کے لئے لگائی جانے والے ڈش انٹینا کو سیٹ کرنے میں بہت مہارت تھی۔ ہر گھر کا ڈش انٹینا ٹھیک کرنے کا کام آپ نے اپنے ذمہ لیا ہوا تھا۔

آپ اپنے بھائی مکرم عامر مشہود صاحب نائب قائد علاقہ مجلس خدام الاحمدیہ کے ساتھ دارالذکر میں جمعہ کی ادائیگی کے لئے گئے تھے۔ عامر مشہود صاحب نے بتایا کہ حملہ کے دوران میں ہال میں تھا اور ناصر شمالی سیڑھیوں کے نیچے چلا گیا، اسی اثناء میں حملہ آور نے سیڑھیوں کی طرف ایک گرنیڈ پھینکا، ناصر نے دوڑ کے اس گرنیڈ کو ہاتھ میں پکڑ کے دور پھینکنے کی کوشش کی کہ ان کے ہاتھ میں ہی گرنیڈ پھٹ گیا۔ اس گرنیڈ کا سارا پریشر انہوں نے اپنے جسم پر برداشت کیا اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ لیکن اس وجہ سے سیڑھیوں میں موجود دیگر افراد محفوظ رہے۔

آپ چھوٹی چھوٹی نیکیاں کر کے ثواب حاصل کرنے کی تلاش میں رہتے تھے۔ اپنے خاندان میں سب سے پہلے وصیت کرنے والے تھے۔ لوگوں سے رابطہ اور تعلقات بہت جلد استوار کرلیتے۔ آپ کی والدہ نے بتایا کیونکہ میرا سسرال غیر از جماعت ہے اس لئے ناصر ہمارے خاندان میں پہلا پیدائشی احمدی

لڑکا، پہلا موصی اور پہلا شہید بننے کا اعزاز بھی حاصل کر گیا اور ہمارے خاندان کو کہاں سے کہاں پہنچا گیا۔ انہوں نے کہا اس حملہ میں شہید ہونے والے بیٹے کے علاوہ میرے خاوند، ایک بیٹا اور دو پوتے بھی زخمی ہوئے ہیں۔ ناصر نے ایک ہفتہ پہلے خواب میں دیکھا کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کندے پر تھپکی دی ہے۔ اس کی شہادت کے بعد حضور انور نے ہمیں فون کر کے اطمینان کی تھپکی دی ہے۔ میرا بیٹا مجھے عظیم درجہ دے گیا کہ میری جھولی چھوڑی اور انعامات بڑے ہیں۔ ناصر شہید کے والد صاحب نے بتایا کہ میں نے اپنے بیٹے کا اتنا روشن چہرہ کبھی نہ دیکھا تھا جتنا شہادت کے بعد وہ چمک رہا تھا۔ ان کے بھائی عامر نے بتایا 14 سال سے ہمارا گھر نماز فجر کے لئے نماز سنٹر ہے اور بھائی ناصر نماز کے دوران ہمیشہ گھر سے باہر اکیلا ڈیوٹی دیتا تھا چاہے جیسا بھی موسم ہو یہ اس کا معمول تھا۔

مکرم محمد انور سراء صاحب ابن مکرم محمد خان سراء صاحب آف دوست پور نے بیت النور میں 10 سال پہلے بطور گارڈ خدمات کا آغاز کیا۔ آپ آرمی سے ریٹائرڈ تھے اور بیت النور کے کوارٹر میں ہی اپنے خاندان کے ساتھ قیام پذیر تھے۔ بہت منکسر المزاج اور اپنی ڈیوٹی کو بخوبی سرانجام دیتے تھے بلکہ بیت کی صفائی اور دیگر کام بھی کر لیا کرتے۔ اس دن مین گیٹ پر متعین تھے، جونہی انہوں نے ایک حملہ آور کو مین گیٹ کی طرف بڑھتے دیکھا تو اپنی گن سے اس پر فائرنگ کر دی جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا لیکن اس کے پیچھے موجود دوسرے حملہ آور نے ان پر فائر کھول دیا جس کی وجہ سے آپ شہادت کا رتبہ پا گئے۔ بہت بہادر اور متعدد خوبیوں کے مالک انسان تھے۔

مکرم عزیزم ولید احمد صاحب آف ناصر آباد ربوہ لاہور میں میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اس سانحہ میں شہید ہونے والے۔ آپ واحد ہیں جو تحریک وقف نو میں شامل ہیں۔ بہت خاموش طبع، خوش مزاج، محنتی، مخلص اور جماعتی خدمت کا جذبہ رکھنے والے نفیس طبیعت کے نوجوان تھے۔ کیونکہ آپ کے دادا اور نانا کو شہادت کا رتبہ ملا تھا اس لئے ان کو بھی بچپن سے اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی خواہش تھی جس کا اظہار آپ اکثر کیا کرتے تھے کہ میں بڑے ہو کر شہید بنوں گا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ نیک خواہش پوری فرما دی۔ شہید مرحوم کے والدین بھی مخلص اور جماعتی خدمات بجالانے والے وجود ہیں۔ جن کا حوصلہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کا عزم دیدنی تھا۔ گھر پر افسوس کرنے کے لئے آنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں کو حوصلہ دے رہے تھے۔ حضور انور کے فون نے ان کے حوصلے میں بہت اضافہ کیا اور اپنے بیٹے کی شہادت پر ناز کرتے ہوئے صبر و رضا کا دامن ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے۔

مکرم نور الامین صاحب گرین ٹاؤن ابن مکرم نذیر احمد نسیم صاحب خوش مزاج، زندہ دل اور جماعت کی خدمت کا شوق اور جذبہ رکھنے والے نوجوان تھے۔ دس سال سے پاکستان نیوی میں بطور فوٹو گرافر کام کر رہے تھے۔ آپ کی عمر 36 سال تھی۔ آپ حضرت پیر فیض احمد صاحب آف اٹک رفیق حضرت مسیح موعود کے پوتے تھے۔

آپ بیت النور ماڈل ٹاؤن کے سی سی ٹی وی کو آپریٹ کرنے کی خدمت انجام دیا کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ سے دارالذکر میں شعبہ عمومی میں ڈیوٹی دے رہے تھے۔ وقوعہ کے دن آپ نے پہلے دارالذکر کے صحن کی شمالی طرف موجود ڈش انٹینا کے پیچھے پناہ لی لیکن جنوبی طرف جاتے ہوئے گرنیڈ کی زد میں آ گئے اور موقع پر ہی شہید ہو گئے۔ آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے، آپ کے ماں باپ دونوں کی وفات ہو چکی ہے۔ آپ کے عزیز دوست مکرم و محترم شیخ لطیف محمود صاحب نے بتایا کہ پاکستان نیوی کے آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ نور الامین بہت نیک اور شریف انسان تھے۔ حملہ کے وقت آپ کا رابطہ اپنے آفس، اہلیہ صاحبہ اور دوست سے ہوا جنہیں بتایا کہ دارالذکر پر دہشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے، دعا کریں۔

پاکستان نیوی نے ان کی میت ڈیڈ ہاؤس سے حاصل کی علامہ اقبال میڈیکل کالج سے پوسٹ مارٹم کرایا اور CMH کی مورچری میں رکھوا دی۔ بڑے اعزاز کے ساتھ سپیشل بکس میں منتقل کیا اور پاکستانی پرچم میں لپیٹ دیا۔ ان کے کمانڈر نے لواحقین سے کہا آپ جب چاہیں میت لے جا سکتے ہیں اور لے جانے کے ہم انتظامات کریں گے۔ چنانچہ پاک نیوی کی ایمبولینس میں میت کو ان کی رہائش گاہ واقع گرین ٹاؤن لایا گیا، رشتہ داروں نے آخری دیدار کیا۔ بیت الکریم ٹاؤن شپ میں جنازہ پڑھا گیا اور اسی ایمبولینس میں ربوہ روانگی ہوئی۔ شہید مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن میں دعا نور عمر 7 سال، طوبیٰ نور عمر 6 سال، ندیم احمد عمر 5 سال واقف نو اور 15 جون کو ان کی شہادت کے بعد پیدا ہونے والا بیٹا نور احمر امین جس کو انہوں نے قبل از پیدائش تحریک وقف نو میں شامل کیا تھا۔ ان کی ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ ان کے بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت ہو اور وہ خادم دین بنیں۔ ان کی اہلیہ کو اپنے خاوند کی شہادت پر دکھ تو ہوا لیکن زبان پر ایسا کلمہ نہ لائیں جس سے صبر کا دامن چھوٹ جائے۔ ان کی اہلیہ نے 15 سال پہلے بیعت کی ہے اور بہت حوصلے میں ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے فون کے بعد تو بہت خوش ہیں انہوں نے بتایا جب حضور انور کا فون آیا تو فرط جذبات سے ان کے آنسو نکل گئے اور سمجھ نہ آئی کیا بات کروں حضور انور نے حوصلہ دیا اور ہمت بندھائی۔

مکرم مظفر احمد خان صاحب ابن مکرم بشارت احمد خان صاحب گارڈن ٹاؤن 22 سال کے وہ بہادر نوجوان ہیں جنہوں نے ایک دہشت گرد پر قابو پا لیا اور قانون کے حوالے کیا۔ اس دن ان کی ڈیوٹی بیت النور کی چھت پر تھی، جونہی حملہ ہوا یہ اور ان کے ساتھ دو اور خدام نیچے کی طرف بھاگے۔ جب یہ درمیان والی منزل کے لجنہ ہال میں پہنچے تو ایک دہشت گرد اس ہال کا مین دروازہ توڑ کر اندر آ رہا تھا۔ یہ پلر کے پیچھے چھپ گئے۔ اس حملہ آور نے مظفر کو دیکھ لیا اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔ دراصل وہ حملہ آور اس خیال سے اوپر آیا تھا کہ یہاں بھی نمازی ہوں گے لیکن ہال خالی پا کر اور ایک نوجوان کو پلر کے پیچھے چھپا دیکھ کر اسی پر حملہ کر دیا۔ حملہ آور گھوم کر پلر کے دوسری طرف گیا تا کہ گولی چلانے میں آسانی ہو تو اس کے ساتھ ہی نوجوان مظفر بھی پلر کی اوٹ لیتے ہوئے دوسری طرف گھوم گئے۔ اسی اثناء میں اس نے ایک گولی چلا دی جو ان کو معمولی سا زخمی کر کے نکل گئی۔ حملہ آور نے دوسرے نوجوان پر بھی فائرنگ کی، خدا نے اس کو بھی بچا لیا۔ حملہ آور اپنی گن کے میگزین میں گولیاں لوڈ کرنے کے لئے جونہی نیچے جھکا تو اس کے قریب پلر کی اوٹ سے نکل کر مظفر اس کی طرف لپکے دوڑ کر اس کو نیچے گرا لیا اور بائیں ہاتھ سے اس کی گن پکڑ لی۔ حملہ آور اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ سے گن اور دوسرے ہاتھ سے اس کا دوسرا بازو قابو کر کے اس پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا۔ پھر دیگر خدام بھی آ گئے اور کولر کی تار سے اس کے ہاتھ پیچھے کی طرف باندھ دیئے۔ اس حملہ آور نے خودکش جیکٹ پہن رکھی تھی اور وہ اپنا ایک ہاتھ بار بار اس کی طرف لے جا رہا تھا تا کہ جیکٹ کو بلاسٹ کر کے اپنا کام تمام کر لے۔ مظفر نے بعد میں بتایا کہ جب اس کی جیکٹ پھاڑنے کی کوشش ناکام ہو گئی تو اس کو انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے سنا کہ یا اللہ آپ ہی جیکٹ پھاڑ دے۔

مکرم عمار احمد صاحب ناظم عمومی مجلس ماڈل ٹاؤن بیت النور کے مین گیٹ پر ڈیوٹی دے رہے تھے، ان کے ساتھ گیٹ کیپر انور صاحب بھی موجود تھے۔ وہ تو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔

مکرم فہیم الرحمٰن صاحب ابن مکرم عطاء الرحمٰن صاحب جنرل ہسپتال بیت النور کے مین گیٹ سے کچھ فاصلے پر دیگر خدام کے ساتھ ڈیوٹی دے رہے تھے کہ جنوبی طرف سے انہوں نے دو حملہ آوروں کو فائرنگ کرتے ہوئے اور بیت کی فرنٹ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے دیکھا۔ جونہی وہ ان کے سامنے پہنچا ان پر فائرنگ کر دی، فہیم کے ساتھ کھڑے خادم مکرم مرزا منصور بیگ صاحب شہید ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزانہ طور پر بچا لیا۔ یہ سڑک کی دوسری جانب کھڑے تھے نیچے بیٹھ کے قریبی خشک نالے میں جان بچائی۔ ان کے کچھ فاصلے پر ان کے بھائی مکرم نعیم الرحمٰن صاحب بھی ڈیوٹی دے رہے تھے۔ ان پر بھی فائرنگ کی گئی۔ اللہ نے ان کو اچانک نیچے بٹھا دیا اور بلٹ ان کے اوپر سے گزر گئے۔

مکرم نعمت اللہ قریشی صاحب جنرل سیکرٹری حلقہ فیصل ٹاؤن و منتظم عمومی مجلس انصار اللہ فیصل ٹاؤن بیت النور میں دوسری صف میں نماز جمعہ کے لئے موجود تھے۔ انہوں نے بتایا جب حملہ ہوا تو بیت الذکر کے ہال میں کوئی بھگدڑ یا چیخ و پکار نہ تھی۔ بتاتے ہیں کہ ان کی کمر میں گولی لگی لیکن ان کو محسوس نہ ہوئی۔ جب پیچھے سے قمیص خون کی وجہ سے گیلی محسوس ہوئی تو پتہ لگا۔ یہ گولی ریڑھ کی ہڈی کے قریب ایسی جگہ پیوست ہوئی تھی کہ آپریشن کے ذریعہ نہ نکالی جا سکی۔ ڈاکٹرز نے ضروری میڈیکل ٹریٹمنٹ کے بعد ان کو فارغ کر دیا اور بڑی ہمت اور حوصلے سے وہ ہمارے سامنے موجود تھے۔

مکرم مبشر احمد صاحب ابن مکرم محی الدین صاحب جن کا تعلق کوئٹہ سے ہے انہوں نے بتایا حملہ کے وقت ہر آدمی دوسرے کو آگے جانے کے لئے کہہ رہا تھا اور جب پانی پلایا جاتا تو دوسرے کو ترجیح دیتے۔ ایمرجنسی میں خدام زخمیوں کو ٹوپیوں میں پانی پلا رہے تھے۔ خدام مختلف ہسپتالوں میں بہت مستعدی سے ڈیوٹیاں دیتے رہے، خون کا عطیہ دیا اور جو بھی عیادت کرنے کے لئے آیا ان کو خوشدلی سے ضروری معلومات فراہم کیں اگر ضرورت محسوس ہوئی تو لسٹ دیکھ کے ان کو بتایا کہ آپ جس زخمی کا پوچھ رہے ہیں وہ فلاں ہسپتال میں زیر علاج ہے۔

سب سے آخر پر ہم مکرم برادرم شعیب منیر صاحب فیصل ٹاؤن کے گھر گئے۔ جن کی پشت پر گولی لگی اور پیٹ پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ آپ شدید زخمی ہو گئے۔ جناح ہسپتال میں آپریشن ہوا اور اللہ کے فضل سے کچھ دن ہسپتال داخل رہنے کے بعد اب گھر آ گئے تھے۔ بمشکل اپنے کمرے سے چل کر ڈرائنگ روم میں ادارہ الفضل کی ٹیم کو ملنے کے لئے آئے۔ آپ نے ماڈل ٹاؤن کے سانحہ کی بعض تفصیلات بتائیں اور کہا کہ میں پتہ نہیں کیسے زندہ رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے میری زندگی محفوظ رکھنی تھی یا شاید میری چھوٹی بچی کی وہ چیخیں مجھے واپس لے آئیں۔ جو وہ جمعہ کے لئے جانے کی ضد کر رہی تھی۔ شعیب منیر صاحب خدام الاحمدیہ ضلع و علاقہ لاہور میں مستعد اور خدمت دین کرنے والے خادم رہے ہیں۔ اللہ ان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

شہداء کی تدفین کے موقع پر ربوہ میں ہنگامی اور خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ دارالضیافت کی مساعی کے بعض حصے رہ گئے تھے ریکارڈ کے لئے دارالضیافت کے تحت ہونے والے کام درج ذیل ہیں۔

☆ مرحومین کے لئے تابوت دارالصناعة وغیرہ سے تیار کرائے گئے۔

☆ تمام کفن ربوہ کلاس ہاؤس سے تیار کرائے گئے۔

☆ چادریں اور چارپائیاں بھی دارالضیافت نے مہیا کیں۔

☆ مردوں کی رہائش کا انتظام بھی دارالضیافت میں کیا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں مورخہ 29 مئی تا یکم جون تقریباً 28 ہزار سے زائد کس کھانا دارالضیافت میں پکایا گیا۔

☆ ایک ہفتہ کے لئے دارالضیافت کے تمام عملے کی رخصتیں بند کر دی گئی تھیں سب نے نہایت محنت اور اخلاص سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ ساری جماعت کو صبر و رضا کی راہوں پر چلاتا چلا جائے۔

''آسمان عشق کے روشن ستاروں کو سلام''

شعراء کی نظر میں فدایان راہ وفا کی قربانی اور اس کا اجر

ترتیب وتحقیق: مکرم پروفیسر عبدالصمد قریشی صاحب

سانحہ لاہور میں جو احمدی احباب کے خون سے ہولی کھیلی گئی ہے اس نے پوری دنیا کے احمدیوں کے دلوں میں غم اور کرب کی لہر دوڑا دی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بلاتخصیص سب کے سب اپنے پیدا کرنے والے خدا کے حضور دعاؤں کے ذریعہ التجا لے کر حاضر ہوئے اور اس کے سامنے مقدمہ پیش کر کے اپنے دلوں کے بوجھ کو ہلکا کیا۔ اس صدمہ نے جہاں نثر نگاروں کے قلم رواں کر دیئے وہاں شعراء بھی پیچھے نہ رہے اور انہوں نے اپنے جذبات شعروں کے سانچے میں ڈھال کر جماعت کے سامنے رکھ دیتے ادارہ الفضل کو شعراء احمدیت کی طرف سے ڈھیروں شعری نگارشات موصول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ کچھ تو شائع ہو چکی ہیں اور جو نہیں ہوئیں ان میں سے قابل اشاعت نظمیں اپنے وقت پر شائع ہوتی رہیں گی۔ سردست ان میں سے صرف دو دو شعر نذر قارئین ہیں۔

دینِ محمدؐ سرورِ عالم امن کا ہے گھوارہ
ناحق کسی کا خون بہانا اس میں نہیں گوارہ
خانہ خدا میں جن لوگوں نے کھیلی خون کی ہولی
تائید میں اپنے ظلم وستم کی کچھ تو کہیں خدارا

(چوہدری شبیر احمد)

یہ شہدائے لاہور سمجھا گئے ہیں
وفا کیا ہے اور عہد و پیمان ہے کیا
تجھے دشمنِ دین و ایماں خبر کیا
ہے عرفان کیا چیز ایمان کیا ہے

(عبدالمنان ناہیدؔ)

کیوں نہیں لوگو تمہیں خوفِ خدا
کیوں بھلا بیٹھے ہو تم روزِ جزا
خوں شہیدانِ وفا کا ظالمو
رنگ لائے گا یقیناً جابجا

(عطاء المجیب راشدؔ)

کتنی مقبول ان کی عبادت ہوئی
سجدہ گاہوں میں ان کی شہادت ہوئی
میرے پیاروں کا بیشک لہو تو بہا
پیکرِ عزمِ نو احمدیت ہوئی

(مبارک احمد عابدؔ)

دل خراش و دل گرفتہ سانحہ لاہور کا
بھولنے والا نہیں ہے حادثہ لاہور کا
منزلِ مقصود کے آثار آتے ہیں نظر
دیکھنا رکنے نہ پائے قافلہ لاہور کا

(عبدالکریم قدسیؔ)

ہماری آنکھ کے رستے ہمارے دل میں آیا ہے
(بیوت الذکر) میں عدو نے جو تمہارا خوں بہایا ہے
زمانے! تو گواہ رہنا کہ یہ خوں رنگ لائے گا
ہمارا صبر بولے گا کبھی ضائع نہ جائے گا

(ڈاکٹر ف۔ منیر)

وہ پیارے جو اپنے ہی خوں میں نہائے
بہت خوں رُلایا بہت یاد آئے
ہے جانا تو سب کو، ہے اک دن وہاں پر
ہے خوش بخت جو سرخرو ہو کے جائے

(ا۔ب۔ ناصر)

ہنستے ہوئے ہونٹوں سے پیا جامِ شہادت
مقبول ہوئی عرش پہ کیا خوب عبادت
اک جست میں تم پاگئے پہلوں کی رفاقت
سکھلا گئے دنیا کو عجب طرزِ شجاعت

(مبارک احمد ظفر)

ہر طرف ہے شورِ محشر الاماں یارب مدد
تیرے عاشق ہو گئے ہیں نیم جاں یارب مدد
دل دہل اٹھا جنازوں کی قطاریں دیکھ کر
چپ رہے پھر بھی مگر ہم بے زباں یا رب مدد

(ا۔ع۔ ملک)

آسمانِ عشق کے روشن ستاروں کو سلام
''نور'' اور ''دارالذکر'' کے ماہ پاروں کو سلام
ہو گئے قربان اپنے دیں کی عظمت کے لئے
گلشنِ احمد تمہارے جاں نثاروں کو سلام

(عبدالصمد قریشی)

اک ہمت سے بیدار ہیں ہم
ہر جذبے سے سرشار ہیں ہم
اب وقت ہمیں کیا روکے گا
اب وقت کی ہر رفتار ہیں ہم

(ناصر احمد سید)

اے نسیمِ سحر! ان کو جا کر بتا، ان کی چاہت میں ذرہ بھی اختر بنا
قافلہ جاں نثاروں کا جونہی چلا، اشک پلکوں پہ آ کر دعا ہو گئے
جاں قربان کی یہ حقیقت لکھیں، زندگی پا گئے کیسے مردہ کہیں
ان کی خاطر ندیمؔ آ دعائیں کریں، باوفا عشق میں جو فدا ہو گئے

(انور ندیم علوی)

جن کی راہوں میں کانٹے بچھائے گئے
جن کے بستے ہوئے گھر جلائے گئے
وہ جو ہر دور میں آزمائے گئے
بے گناہ جو لہو میں نہائے گئے
ہم وہی لوگ ہیں ہم وہی لوگ ہیں

(مبارک صدیقی)

آنکھ اشکبار، دل حزیں، ہر لب سیئے سیئے
ہم مرضیٔ خدا پہ ہیں سر خم کئے کئے
لکھ دی پھر اہل صدق نے اک داستاں نئی
گردن کٹا کے عشق میں سجدہ کئے کئے

(ضیاء اللہ مبشر جاپان)

لب پر درود، دل میں دعاؤں کے قافلے
دیکھو اتر رہے ہیں فرشتوں کے قافلے
اے آسماں کی آنکھ برس! دل کے داغ دھو
ربوہ کو چل پڑے ہیں شہیدوں کے قافلے

(مقصود احمد منیبؔ)

شہیدوں کا لہو ضائع نہ ہو گا
یہ سارا خون بن جائے گا گلشن
صداقت پھیلتی جائے گی جگ میں
اندھیرے بھی خدا کر دے گا روشن

(خواجہ عبدالمومن ناروے)

دعا سے جسم کو جاں کو سنوارا
سرِ مقتل فقط رب کو پکارا
ہمارے ایک حرفِ التجا کو
ترستا رہ گیا قاتل ہمارا

(مبشر احمد محمودؔ)

سلام سیدِ سادات کے جگر پارو
سلام چشمِ امامت کے دل نشیں تارو
سلام بھیجیں فرشتے تمہاری لاشوں پر
سلام اہلِ وفا ہو تمہارے پیاروں پر

(مظفر منصور)

میری جاں میری جاں سے بھی پیارو سنو
اپنے رب کی نظر کے ستارو سنو
تم ہی اول ہو تم آخریں لوگ ہو
آج غم! کل کو جنت مکیں لوگ ہو

(بشارت محمود طاہر)

خدایا غیب سے ایسے مضامیں کر عطا مجھ کو
عیاں احوال ہوں جن سے کہ تازہ کربلاؤں کے
فضاؤں میں لہو کی بو اندھیرے ظلم کے ہر سُو
اماں دے دو کہ والی ہو تمہیں بے آسراؤں کے

(ا۔ر۔ بدر)

یہ کون نیزے پہ اٹھ کر ہنسا ہے مقتل میں
ہوا کے ہونٹوں پہ لوگو! یہ نام کس کا ہے
ہزار پردوں میں قاتل چھپے مگر پھر بھی
لہو پکار رہا ہے یہ کام کس کا ہے

(ف۔ ظہور)

ہر آنکھ اشکبار ہے ہر دل ہے غمزدہ
لاہور میں یہ دردناک سانحہ ہوا
اہل وفا یوں سینکڑوں قربان ہوگئے
وقتِ نزع بھی نوکِ زباں پر تھا لاالٰہ

(اعظم نوید)

شہادت تمہاری دیں کی بقا ہو گئی ہے آج
اس تیرگی میں کیسی ضیاء ہو گئی ہے آج
تاریخ کے وہ کر گئے اوراق سُرخرو
سجدوں میں جن کی سرخ قبا ہو گئی ہے آج

(عطاء العزیز)

کہیں سہاگ کہیں باپ حق کی راہوں میں
کوئی ہے گود سے ماں کی خدا کی بانہوں میں
ہے ایسی شان کہ کیا ہو گی بادشاہوں میں
ملی ہے تم کو شہادت بھی سجدہ گاہوں میں
مقام خاص ملا ہے تمہیں نصیبوں سے
رواں ہے قافلۂ زندگی شہیدوں سے

(فاروق محمود لندن)

بے شک راہوں میں کانٹے ہوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے
اور سو سو طرح کے طعنے ہوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے
ہم صبر کا دامن نہ چھوڑیں اور لب پہ شکایت نہ لائیں
ہم خون کی ندیاں پار کریں ہم آگے بڑھتے جائیں گے

(ابن کریم)

اے امام وقت! جب نخلِ خلافت چاہے گا
اس کی سرسبزی کو دیں گے خون سے اپنی پھوہار
ہم شہیدوں کا ہیں ورثہ، ہم مریدانِ وفا
جان و مال و آبرو کر دیں گے ہم تجھ پر نثار

(منیر احمد جاوید لاہور)

ہم نے عہدِ وفا نبھانا ہے
صبر کرنا ہے، ظلم سہنا ہے
ابتلاؤں، دکھوں کے جنگل سے
کب ڈرے تھے جو آج ڈرنا ہے

(داؤد عزم)

دستِ قاتل سے لپکتے ہوئے شعلے نکلے
سرد ہوتی ہوئی لاشوں کے انبار لگے
سینے چھلنی ہوئے قلب و جگر چھید ہوئے
ورد کرتے ہوئے کلمے کا ہر ستار گرے

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر۔ موروگورو تنزانیہ)

جو نام پہ اس یار کے قربان ہوئے ہیں
وہ مر کے امر صاحبِ عرفان ہوئے ہیں
پہنچے جو درِ خلد پہ وہ طائر قدسی
لینے کو قدم آگے وہ دربان ہوئے ہیں

(شگفتہ عزیز شاہ)

مکرم حنیف احمد محمود صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ

پاک محبان لاہور کی قربانیوں کا عملی مظاہرہ

خاکسار کا 1990ء میں سیرالیون سے واپسی پر لاہور دارالذکر گڑھی شاہو میں بطور مربی تقرر ہوا اور 1998ء تک آٹھ سال سے زائد عرصہ تک خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق ملی۔ اسی دوران مربی ضلع کا نظام بھی متعارف ہوا اور بحیثیت مربی ضلع لاہور بھر میں دورے کر کے احباب جماعت لاہور سے رابطے کرنے اور میل ملاقات کی توفیق ملتی رہی۔ نہایت اخلاص سے خدمت کرنے والی جماعت لاہور کے افراد کو ہر وقت، وقت، عزت، اموال اور جانوں کی قربانی کرنے والے پایا، ہر چھوٹے بڑے کو مستعد پایا فوراً سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے وفاداروں اور وفا شعاروں کا ثبوت دیا۔

مغلیہ دور کی یاد دلانے والی دارالذکر لاہور کا مین سنٹر ہونے کی وجہ سے لاہور کے تمام احمدی احباب کا رابطہ رہتا۔ میٹنگز ہوتیں، اجتماعات ہوتے۔ دیگر پروگرامز منعقد ہوتے اور ماڈل ٹاؤن میں بھی بڑا سنٹر ہونے کی وجہ سے فنکشنز ہوتے رہے۔ درجنوں خطبات دیئے۔ دوران قیام لاہور کے ہر فرد جماعت کو حضرت مسیح موعود کے اس الہام کا مصداق پایا کہ لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔ (تذکرہ صفحہ 328)

28 مئی کو عملی طور پر اللہ، اس کے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خلافت سے وفاداری کرتے ہوئے لاہور کے محبّ دہشت گردوں کی ظالمانہ وسفاکانہ گولیوں کا نشانہ بنتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو کر اپنے اخلاص پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔ ایک سینکڑہ سے زائد افراد نے زخمی ہو کر اپنے خون سے احمدیت کے کھیت کی آبیاری کی۔ ہاں کچھ غازی ٹھہرے جن کے ایمانوں کو اس واقعہ نے ایک جلا بخشی ہے۔ ہاں ہاں ان میں سے بہت سے یہ ارمان لے کر غازی بنے کہ کاش ہمارا شمار بھی شہیدوں میں سے ہوتا یہ واقعہ جہاں ازدیاد ایمان کا موجب بنا وہاں بہت سے لوگوں کو یہ واقعہ شاعر بنا گیا۔

ان میں سے ایک غازی جو ماڈل ٹاؤن میں تھے نے مجھے بتایا کہ ہم تو دہشت گرد کو پکڑنے کے لئے اس کی طرف لپک رہے تھے ہمیں بعض ڈیوٹی پر موجود خدام نے محفوظ جگہوں پر جانے کے لئے مجبور کیا تو ہم دہشت گردوں کی طرف پیٹھ کر کے محفوظ پناہ گاہوں کی طرف نہیں گئے بلکہ ان کی طرف سینہ کر کے گئے تا اگر گولی لگے بھی تو سینہ پر ہی لگے اور ہم پیٹھ پر گولی کھانے والے نہ ہوں۔

اس حادثہ کے بعد مجھے ذاتی طور پر لاہور جا کر تیس کے لگ بھگ شہداء کے گھروں میں تعزیت اور زخمیوں کے گھروں میں عیادت کرنے کا موقعہ ملا۔ کچھ سے فون پر حال احوال پوچھا۔ ایک جمعہ بھی اس واقعہ کے بعد دارالذکر میں پڑھنے کا موقع ملا۔ اتنے بڑے واقعہ کے بعد، ایک قیامت ٹوٹ جانے کے بعد بھی زندگی اُسی طرح رواں دواں پائی جس طرح پہلے تھی بلکہ اس سے زیادہ جوان ہو کر۔ نئے جذبہ، ولولہ اور نئی امنگوں کے ساتھ، پہلے سے بڑھ کر قربانی کرنے کے جذبہ کے ساتھ جمعہ کے روز مجھے کئی ایک شہداء کے بیٹوں سے ملنے کا موقع ملا۔ میرے پوچھنے پر کہ ابا کہاں شہید ہوئے کہا یہیں جہاں میں کھڑا ہوں اور اللہ کے حضور حاضر ہو کر نماز پڑھی ہے۔ دارالذکر کے احاطہ میں داخل ہو کر ایک ایک قدم پر ان فدایان احمدیت کی قربانیاں یاد آنے لگیں۔

کوئی وہاں کھڑا کسی وقت نوافل میں یہ دعائیں کرتا سُنا گیا کہ اے اللہ! احمدیت کے نام کا بول بالا ہو۔ اس کی خاطر مجھے اور میری اولاد کو اہل ٹھہرا۔ اسی بیت الذکر میں میں نے یہ الفاظ کانوں میں پڑتے سُنے کہ دل کرتا ہے یہ اجلاس جلد ختم ہو اور ہم جا کر ان ہدایات پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو سنواریں جو ابھی اجلاس میں بیان ہوئیں۔ ہاں ہاں ان شہداء میں سے ایک شہید ایسا بھی تھا جو مجھے کہا کرتا تھا کہ میرے باپ نے دارالذکر کے قریب گھر بنا کر ہم پر بہت احسان کیا

(باقی صفحہ 15 پر)

وہ جو سجدوں میں سر کو کٹا کر گئے
وہ جو تن من کی بازی لگا کر گئے
جانتے ہو کہ وہ کیسے انسان تھے
جو چراغِ محبت جلا کر گئے
(طاہر صدیقی جرمنی)

یزیدِ وقت پہ راز آشکار کرو
حسینیت کو بقا ہے اسے فنا تو نہیں
گنوا کے جان ہیں مسرور معرفت والے
خدا کا فضل ملا ہم سے کچھ چھنا تو نہیں
(ثمینہ اقبال)

اے زندگی کے مالک تجھ سے کیا چھپا ہے غمِ دل سسک رہا ہے
تو ہی میرا راہنما ہو اور دل کو دے سہارا یہی میری التجا ہے
یہ جو خون بہہ چکا ہے تیرے عشق میں خدایا کبھی رائیگاں نہ جائے
میری جان تجھ پہ قرباں راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہے
(زوباریہ احمد جرمنی)

میں کس کو کتنا یاد کروں
وہ سارے میرے پیارے تھے
جو اپنی اپنی باری پر
اللہ کا بلاوہ آنے پر
وہ دوڑ کے جنت جا پہنچے
(ام سرمد)

اپنے اخلاص، صدق و یقیں میں گئے
سارے شہداء تو خلدِ بریں میں گئے
ظالمو! ان سے کیا دین چھینو گے تم
یہ امیں دیں کے راہ امیں میں گئے
(مظفر احمد بشارت ربوہ)

نظر نہ پھیریں گے اس حسن بے مثال سے ہم
نہ اٹھ سکیں گے کبھی سجدۂ وصال سے ہم
سمجھتا کیا ہے کہ خالی رہے گا کاسئہ دل
بھریں گے اس کو کسی درد لازوال سے ہم
(محمد ظفر اللہ خان فلاڈلفیا امریکہ)

اے صبر و رضا کے متوالو تم پرچمِ دین بلند رکھو
اللہ کے سوا اس دنیا میں کوئی بھی تو غمخوار نہیں
یہ مال و جان کی قربانی اک دن رنگ لائے گی ناصؔر
مالک رب العرش سے تو کوئی بھی بڑی سرکار نہیں
(ظہور احمد ناصر ربوہ)

آج پھر یہ آنکھ بھر گئی
آج پھر ایک ماں کا سکوں لٹ گیا
آج پھر لوگ خوں میں نہائے گئے
آج پھر آنسوؤں کا سمندر بہا
(خولہ ہمایوں لاہور)

دل غم سے چُور چُور ہے آنکھ اشکبار ہے
ہر اک نفس اداس، فضا سوگوار ہے
کس کس کا نام لے کے شہادت کی داد دیں
ہر اک شہید صبر کا اک شاہکار ہے
(ڈاکٹر محمد عامر خان ربوہ)

جو لوگ ختم الرسل پر ایمان لاتے ہیں
شہادتوں کو بھی ہنس کر گلے لگاتے ہیں
دکھاتے اعلیٰ نمونہ ہیں جاں نثاری کا
ہماری روحیں بھی ان کو سلام کہتی ہیں
(احمدی بیگم زہرہ)

زخموں سے ان کے بدن چور ہیں
خدا کی محبت میں مخمور ہیں
زمیں پر لہو ان کا سیروں بہا
راہ خدا میں یہ صدقہ دیا
(ن۔ظفر۔ربوہ)

بوجھل ہے آنکھ دل میرا غم سے نڈھال ہے
دھندلا ہے آسمان یہ کیسا غبار ہے
کیوں ہم کو تم نے خون کے آنسو رلا دیا
ہو گا نہ رائیگاں یہ لہو تم پہ بار ہے
(ص۔منصور۔اسلام آباد)

بولی اور بارود کا اک ظالمانہ کھیل تھا
دہشت گردی، بربریت دونوں کا ہی میل تھا
ہو گا شرمندہ یہ منظر دیکھ کر شیطان بھی
اس کے چیلوں نے دکھایا ایسا سفاکانہ کام
(محمد عثمان خان کراچی)

میرے شہیدو تمہیں مبارک
ہوں جام ٹھنڈی شہادتوں کے
یہ لذتوں سے بھرے پیالے
جو تم نے بڑھ کر اٹھا لئے ہیں
تمہارے حصے کے جام تھے یہ
(یاسر فوزی)

ہم باعزم، بایقیں، باعمل، ہم نشیں
ہم تا اُفق ہم تابگیں ہم دلربا ہم جانگزیں
ہم موت کو کریں بے اثر ہم آگ میں گریں بے خطر
سرِ دار حق کریں آشکار ہمیں خوفِ جور و جفا نہیں
(شمس اقبال شمسی)

میرے خدایا مجھے بچا لے
کہ میرے بچے
جو میری آغوش میں پل رہے ہیں
یہ بد نصیبی سے آج اپنی ہی
دھرتی ماں کو رُلا رہے ہیں
(مدثر احمد تھائی لینڈ)

جو خون اس کی راہ میں
بہا ہے اس کے نام پر
جو پھول پھل وہ لائے گا
وہ رائیگاں نہ جائے گا
(سید منظور احمد طلحہ ربوہ)

اس ظلم پہ ہم کو آقا نے
ہے صبر کا ایسا درس دیا
بس یادِ خدا میں گم ہو کر
تم صبر کرو! تم صبر کرو
(چوہدری محمد احمد)

تم کتنا لہو بہا لو گے
ہمیں کتنا اور ستا لو گے
ہم سجدے اور بڑھا دیں گے
تم دیکھنا اپنی دعاؤں سے
ہم سارا عرش ہلا دیں گے
(فوزیہ منصور فوزیؔ)

امت کے شہیدو تمہیں میرا سلام ہو
جنت کی کلیدو تمہیں میرا سلام ہو
راہِ وفا میں کر گئے تم جان و دل نثار
مولیٰ کے حبیبو تمہیں میرا سلام ہو
(قریشی داؤد احمد ساجدؔ)

تم لاکھ ڈھالو ظلم کا کوہِ گراں
پر کبھی نہ یہ ہماری نرم خُو بدلی
سانحہ مونگ سے یا سانحہ لاہور سے
نہ وفا کے قافلوں کی جستجو بدلی
(محمود انور)

دکھ درد ہے جدائی روتے ہیں خوں کے آنسو
غم سے تڑپ رہے ہیں پیاروں کو یاد کر کے
آقا کا حکم ہے یہ صبر و رضا نہ چھوٹے
مانگو مدد اسی سے سجدے سجود کر کے
(نسیم احمد ہرلؔ ربوہ)

مکرم پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب

جاں نثاران راہ وفا نے اپنا عہد سچا کر دکھایا

سانحہ لاہور کے بارے میں اہل علم وقلم کی غم والم پر مبنی فکر انگیز تحریریں

28 مئی 2010ء بروز جمعۃ المبارک احمدیہ بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور اور بیت الذکر گڑھی شاہو لاہور میں اللہ کے حضور حاضر ہونے والے احمدیوں کے خلاف بدترین دہشت گردی اور ظلم وبربریت کے نتیجہ میں 87 کے قریب احمدی راہ مولیٰ میں قربان ہوئے اور 120 سے اوپر احمدی زخمی ہوئے .... پاکستان کی تاریخ لاہور میں یہ اتنا بڑا سانحہ اور ایسا خون آشام واقعہ ہے۔ جس کی شائد پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔

کیوں آنکھ میں بہتے ہوئے اشکوں کی لڑی ہے
چپ رہ میرے ہم وطن قیامت کی گھڑی ہے
پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے

ظاہری طور پر تو یہ جاں نثاران احمدیت قبرستان شہیداں میں قطار در قطار آسودۂ خاک بلکہ آسودۂ خواب ہیں (انہیں مردہ مت کہو) لیکن حقیقت یہ ہے کہ راہ حق میں ان بے شمار اور بے دریغ جانیں لٹا دینے والے وفا شعاروں نے آسمان احمدیت پر قربانیوں کی ایک خون رنگ لیکن تاابد تابناک کہکشاں سجا دی ہے جس سے آنے والی نسلیں بھی وفا اور ایثار کا جذبہ پاتی رہیں گی۔

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہے

اپنا عہد سچا کر دکھایا

حضرت مسیح موعود نے عہد بیعت وفا کی دسویں اور آخری شرط یہ بیان فرمائی ہے۔

''یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت معروف باندھ کر اس پر تاوقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔''

لاہور کی دونوں بیوت الذکر میں قربان ہونے والے فدایان احمدیت اپنا عہد وفا خوب نباہ گئے۔ انہوں نے سفاک قاتلوں کی گولیوں کی بوچھاڑ میں اپنے مولیٰ کے حضور درود شریف اور دعائیں پڑھتے ہوئے اپنی جانیں نچھاور کیں۔ وہ پوری استقامت کے ساتھ آخر دم تک اپنے عہد بیعت ووفا پر قائم رہے اور اس راہ میں قربان ہو کر آسمان احمدیت کے روشن ستارے بن گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول حکیم مولوی نورالدین فرماتے ہیں کہ ''بیعت بک جانے کا نام ہے''۔ دیکھئے یہ سب شہیدان راہ وفا کس شان اور کس مول بکے ہیں ؎

جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا
تُو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

اہل علم وقلم کی فکر انگیز تحریریں

28 مئی بروز جمعۃ المبارک لاہور میں احمدیوں کے دو متذکرہ مراکز پر بے گناہ اور نہتے احمدیوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے دہشت گردوں کی وحشت و بربریت اس درجہ ہولناک اور دل دہلا دینے والی تھی کہ پاکستانی پریس میں اس کا بڑے دردناک انداز میں ذکر کیا گیا ہے اور بہت سے باشعور اور دردمند اہل قلم نے اس موضوع پر مضامین تحریر کئے ہیں۔ اختصار سے کام لیتے ہوئے ان فکر انگیز مضامین میں سے چند ایک کے اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

1۔ کہنہ مشق صحافی خالد احمد کے مضمون ''یوم تکبیر پر جڑواں حملہ'' کا اقتباس پیش ہے۔

''ہم اس دن یعنی حقیقی 'یوم دفاع پاکستان' کے جلوس میں لاہور کے ماڈل ٹاؤن اور گڑھی شاہو میں ''قادیانی مساجد'' پر جڑواں حملے سرسری نگاہ سے دیکھنے کے لئے تیار نہیں! اکتوبر 2005ء میں بھی ماہ رمضان کا تقدس پامال کرتے ہوئے حافظ آباد (اصل مونگ ضلع منڈی بہاؤالدین۔ ناقل) میں بھی ایک قادیانی عبادت گاہ میں خون کی ہولی کھیلی گئی تھی! اس بار 28 مئی کا دن چن کر ہمیں ایک پیغام دیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ 'جوہری جمہوری پاکستان' نہ تو بجلی پیدا کرنے کا اہل ہے اور نہ ہی اپنی اقلیتوں کی 'مذہبی آزادی' کی پاسبانی کرنے کا اہل ہے۔''

(نوائے وقت مورخہ 30 مئی 2010ء)

اسلام کے نام پر اسلام دشمنی

تجزیہ نگار عطاء الرحمٰن اپنے کالم ''تجزیہ'' کے آغاز میں رقمطراز ہیں:

''جمعہ کے روز جبکہ قوم یوم تکبیر منا رہی تھی، مذہبی اختلافات کی آڑ میں دہشت گردی کے جن نے ہمارے سروں پر ناچ کر جو تباہی پھیلائی ہے۔ اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے والے 100 کے قریب افراد کے خون سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔ لاہور کے امن اور سکون کو تاراج کیا ہے۔ پوری دنیا میں پاکستان کو بدنام کیا ہے۔ اسلام کے نام پر اسلام کے دشمنوں نے پرلے درجے کی دہشت اور بربریت کا کھیل کھیلا ہے یہ امر اہم دین حق کے پیروکاروں کے لئے اہل پاکستان کے لئے اور دنیا بھر میں امن وآشتی کا پرچار کرنے والوں کے لئے سخت شرم کا باعث ہے۔''

(نوائے وقت مورخہ 30 مئی 2010ء)

خون ناحق کے بہنے کا سلسلہ

ڈاکٹر حسین احمد پراچہ اپنے مضمون کے شروع میں لکھتے ہیں:

''لاہور میں قادیانیوں کی دو عبادت گاہوں پر حملوں میں 100 سے زائد لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس روز سیکیورٹی والے مسجدوں اور عبادت گاہوں کے باہر کیوں نہیں تھے؟ یہ کھیل برسوں سے جاری ہے دہشت گرد کبھی پولیس سٹیشنوں پر کبھی فوج کے مراکز پر کبھی عسکری آبادیوں کی مساجد پر، کبھی دینی تعلیم کے بڑے بڑے مراکز پر حملہ آور ہوتے ہیں۔''

صاحب مضمون اپنے مضمون کے آخر میں ایک اہم سوال اٹھاتے ہیں:۔

''سوچنے والا اہم ترین سوال یہ ہے کہ خون ناحق کے بہنے کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ اس سلسلے کو روکنے کے لئے جس قومی اتفاق رائے کی ضرورت ہے اس کے لئے کوشش کیوں نہیں کی جاتی۔ لوگ بار بار یہی سوال پوچھتے ہیں، اس سوال کی گونج ہر ٹی وی چینل پر سنی جاتی ہے۔ جی ہاں! یہ خون ناحق اس وقت تک بہتا رہے گا جب تک ہم اپنے فیصلے خود نہیں کرتے جب تک ہمارے فیصلے دوسرے کرتے رہیں گے اس وقت تک ذلت وخواری ہمارا مقدر رہے گی۔''

(نوائے وقت 31 مئی 2010ء)

☆ ڈاکٹر محمد اجمل نیازی اپنے مضمون ''مرنے والے قادیانیوں کے لئے سرکاری امداد؟'' میں تحریر کرتے ہیں:

''میں نجانے کیا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں بہت غمزدہ ہوں۔ عبادت کرتے لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کیا کوئی مسلمان کر سکتا ہے۔ کوئی انسان بھی نہیں کر سکتا۔ دہشت گردی کرتے وقت کوئی بھی کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ یہ کام خود نہیں کر رہا ہوتا۔ اس سے کرایا جا رہا ہوتا ہے۔ اگر یہ مذہبی جنونی ہیں تو پھر وہ مذہب کے حق میں نہیں ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس طرح کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ .... میں مذہبی بحث سے بالاتر ہو کر یہ سوچ رہا ہوں کہ قادیانی پاکستانی تو ہیں۔ اس ملک کے شہری تو ہیں۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نامور پاکستانی تھے۔ بانی پاکستان قائداعظمؒ نے انہیں خط میں مائی سن (میرے بیٹے) لکھا قائداعظمؒ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ یہ کس کو وزیر خارجہ بنایا جا رہا ہے۔ نامور سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام نے کبھی پاکستان کے لئے کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی۔ انہوں نے مرنے کے بعد پاکستان میں دفن ہونا پسند کیا۔ میں دل سے کہہ رہا ہوں کہ دہشت گردوں کا یہ حملہ قادیانیوں پر حملہ نہیں یہ پاکستان پر حملہ ہے اور عالمی سازش ہے۔ پاکستان کو بدنام کرنے کی سازش۔''

(نوائے وقت یکم جون 2010ء)

☆ کالم نگار سعید آسی اپنے مضمون ''یہ مرض کا کوئی علاج نہیں'' میں وزیر داخلہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مسئلہ وہ نہیں جس کی آپ نے نشاندہی کرتے ہوئے پنجاب حکومت پر ملبہ ڈالنے کی کوشش کی ہے بلکہ مسئلہ وہ ہے جس کا آپ کو گزشتہ روز جناح ہسپتال لاہور میں لاہور دہشت گردی کا نشانہ بننے والے ایک زخمی کی عیادت کے دوران اس کی بیٹی کی صاف گوئی کی صورت میں سامنا کرنا پڑا۔ آپ سو پچاس کمانڈوز پر مشتمل حفاظتی دستے کے حصار میں زخمیوں کی عیادت کرنے ہسپتال جائیں گے تو ان زخمیوں کے لواحقین کے چہروں پر یہ سوچ کر ضرور ناگواری کے تاثرات اجاگر ہوں گے کہ اگر اس اکیلے آدمی کی حفاظت پر مامور کمانڈو کا نصف بھی دہشت گردی کا نشانہ بننے والی عبادت گاہ کی حفاظت کے لئے مختص کیا گیا ہوتا تو شائد دہشت گردی کا سانحہ رونما نہ ہوتا اور بیٹھے بٹھائے ایک سو سے زائد انسان لقمۂ اجل نہ بنتے اور اس سے زیادہ تعداد میں انسان اپنے جسموں پر گھاؤ لگوا کر آج ہسپتالوں میں نہ تڑپ رہے ہوتے۔''

(نوائے وقت 2 جون 2010ء)

جہاں دیدہ قلمکار جاوید قریشی اپنے کالم ''جاوید نامہ'' کا آغاز یوں کرتے ہیں:۔

''عروس البلاد لاہور ایک بار پھر خون میں نہلا دیا گیا۔ حادثہ اتنا بڑا تھا کہ لاہور شہر میں گزشتہ 62 برس میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قادیانیوں کی جماعت پر گزشتہ جمعہ گڑھی شاہو اور ماڈل ٹاؤن کی عبادت گاہوں پر دہشت گردوں نے حملہ کر کے 100 کے لگ بھگ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سے زیادہ تعداد زخمی ہو جانے والوں کی تھی۔ ہلاک شدگان میں بعض نو عمر بچے بھی تھے۔ قادیانیوں کے نمائندوں کو شکایت ہے کہ ان کے لئے خاطر خواہ انتظامات نہ کئے گئے تھے۔ بعض چشم دید گواہوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ پولیس بھی ان قتل گاہوں پر دیر سے پہنچی .... ہمارا تعلق

دین اسلام سے ہے جو قرار دیتا ہے کہ ایک بے گناہ شخص کا قتل (اور یہاں لفظ مسلم استعمال نہیں ہوا) ایسا ہے جیسے ساری انسانیت کا قتل کر دیا جائے۔ اندازہ لگائیے کہ اس صدمہ جانکاہ کا حساب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون دے گا؟''

(نوائے وقت 7 جون 2010ء)

☆سابق جسٹس راجہ افراسیاب خان اپنے مضمون ''یہ دہشت گرد کون ہیں''؟ کے پہلے پیراگراف میں لکھتے ہیں:۔

''دہشت گرد اگر پاکستانی ہیں تو راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے اندرونی و بیرونی دشمن پاکستان کو کمزور کرنے میں مدت سے لگے ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اندرونی طور پر اتنا کمزور اور لاغر ہو جائے کہ وہ اپنی حاکمیت اعلیٰ اور سرحدوں کی حفاظت کرنے میں پوری طرح ناکام ہو جائے۔ جب ہماری مسلح فوج اندرونی خطرات سے نپٹنے میں لگی رہے گی تو بیرونی دشمن کا کون مقابلہ کرے گا؟ اس وقت پاکستان کے اندر خوفناک بدامنی اور لاقانونیت کا راج جاری ہے۔ جگہ جگہ دہشت گرد پوری آزادی اور اپنی مرضی سے حملے کرتے جا رہے ہیں، ان دہشت گردوں کے خلاف ہماری جوابی کارروائی انتہائی ناقص اور ناکافی ہے۔ لوگ سخت مایوسی کا شکار ہو چکے ہیں۔

آگے چل کر کالم نمبر 2 میں صاحب مضمون تحریر کرتے ہیں:

''لاہور کے حال ہی میں کئے گئے قتل عام پر ہر شہری سخت افسردہ اور مایوس ہو چکا ہے۔ کیا یہ ممکن نہ ہے کہ قانون شکن لوگوں کے گڑھ تباہ و برباد کر دیئے جائیں؟ ان کی تربیت گاہیں اگر محفوظ رہیں گی تو یقینی طور پر پورا پاکستان خطرات سے دوچار رہے گا۔

(نوائے وقت 8 جون 2010ء)

غم والم اور صبر و رضا کے ملے جلے جذبات

28 مئی کو اپنے محلّہ میں جمعہ کی ادائیگی کے بعد گھر پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد مختلف ٹی۔ وی چینلز سے لاہور کے احمدی مراکز پر وحشیانہ حملے کی خبریں اور دردناک مناظر پیش ہونے لگ گئے۔ کچھ ہی دیر بعد ماڈل ٹاؤن لاہور سے خاکسار کے برادر نسبتی مکرم محمود احمد شاد صاحب مربی سلسلہ کی اہلیہ کا فون آ گیا کہ دہشت گردوں نے بیت النور میں اندھا دھند فائرنگ شروع کر رکھی ہے دعا کریں۔

ہم سب اہل خانہ اللہ کے حضور تمام احباب لاہور کے لئے بے تابانہ دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ کئی بار فون کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ مربی محمود احمد شاد صاحب سخت زخمی ہیں اور انہیں ہسپتال پہنچایا گیا ہے۔ آخر شام سے پہلے خبر آ گئی کہ اللہ کی مرضی پوری ہوئی اور مکرم محمود احمد شاد صاحب اور کئی دوسرے احباب راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے............

جوں جوں شام گہری ہوتی گئی لاہور کی دونوں بیوت الذکر میں نہتے اور بے گناہ احمدیوں پر سفاک دہشت گردوں کے بہیمانہ حملوں کے نتیجہ میں جاں نثاران احمدیت کی بڑھتی ہوئی تعداد کی خبریں آتی رہیں۔ یہ بھی عجیب منظر تھا ایک طرف بچھڑ جانے والوں کا غم اور ان کی یاد میں بہتے ہوئے آنسو اور دوسری طرف ان کی جماعت کی خاطر قربانی دینے اور دین و دنیا میں کامگار ہونے پر اطمینان اور افتخار کا احساس۔ غرضیکہ 28۔ مئی کی شب کو عجیب و غریب کیفیت تھی۔

درد کے چاند دل میں اترتے رہے
چاندنی جگمگاتی رہی رات بھر
جو رکے تو کوہ گراں تھے ہم جو چلے تو جاں سے گزر گئے
رہ یار ہم نے قدم قدم تجھے یادگار بنا دیا

اللہ تعالیٰ سب شہیدان راہ وفا کو اپنی رضا کی جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے وطن عزیز کی سرزمین کو ظالم دہشت گردوں اور قاتلوں سے پاک کر دے۔ آمین

بیت النور ماڈل ٹاؤن میں دہشت گردی کے واقعہ کا آنکھوں دیکھا احوال

اللہ کی دی ہوئی مدد سے دہشت گرد پر قابو پایا

تحریر ابن عبداللہ

انگریزی سے ترجمہ: از آصفہ اسحاق

28/مئی ایک بہت گرم اور گرد آلود دن تھا۔ یہ میرا معمول ہے کہ میں 12:55pm پر ہر جمعہ کو گھر سے نکل جایا کرتا ہوں۔ مذکورہ دن چند مصروفیات کے باعث مجھے کچھ تاخیر ہو گئی جس کی وجہ سے میرے خسر نے کہا کہ کیا ہمیں اب جانا چاہیے؟ بالفاظ دیگر کہہ رہے تھے ہم نہ جائیں۔ آخرکار ہم نے جمعہ پر جانے کا مصمم ارادہ کر ہی لیا۔ چنانچہ ہم معمول سے پانچ منٹ کی تاخیر سے بیت النور ماڈل ٹاؤن پہنچے۔ میری ہمیشہ سے یہ کوشش رہی کہ مجھے مین ہال میں پہلی صف میں جگہ ملے۔ لیکن اس دن قدرے تاخیر کی وجہ سے پچھلی صفوں میں مرکزی داخلی دروازے کے قریب جگہ ملی۔ میرے خسر اوپر والے ہال میں چلے گئے۔

خطبہ جمعہ کے کچھ دیر بعد ہی میں نے فائر کی آواز سنی۔ تھوڑی سی ہلچل کے بعد اچانک خاموشی چھا گئی۔ میں نے سوچا کہ شاید باہر سیکیورٹی پر موجود خدام نے صورتحال کو کنٹرول کر لیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد ہی دوبارہ فائرنگ کی آوازیں قریب سے آنا شروع ہو گئیں۔ جس پر میں بہت پریشان ہو گیا۔ تاہم میں نے سوچا کہ پولیس نے آ کر قابو پا لیا ہوگا۔ فائرنگ بدستور جاری تھی۔ اسی دوران بیت النور کے صحن سے کچھ بم دھماکوں کی آوازیں آئیں۔ میں نے سوچا کہ ہو نہ ہو حملہ آور بہت زیادہ ہیں اور انہوں نے سیکیورٹی کو بھی عبور کر لیا ہے۔ اس وقت جتنے بھی احباب باہر کرسیوں پر بیٹھے تھے اندر ہال میں آ گئے اور دروازے اندر سے بند کر لئے۔ اسی وقت ہال میں موجود احباب نے بیت الذکر کے تہہ خانہ میں جانا شروع کر دیا۔ اسی دوران باہر سے حملہ آوروں نے کھڑکیوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ میرے خیال میں وہ دو دہشت گرد تھے۔ ان کی فائرنگ کا نشانہ بننے والے زیادہ تر وہ احباب تھے جو بزرگ تھے اور فوری طور پر اپنی جگہ تبدیل نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ چند لمحوں میں ہی مرکزی ہال میں ہر جگہ خون ہی خون دکھائی دینے لگا۔ ہال میں زخمی اور بوڑھے احباب ہی باقی رہ گئے جو دیواروں سے لگے بیٹھے تھے۔ بہت سی گولیاں نشانہ باندھ کر چلائی جا رہی تھیں۔ یہاں ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے موت کا رقص چل رہا ہو۔ میں نے خود کو ایک دیوار کی اوٹ میں چھپا رکھا تھا تاہم سر کو تھوڑا باہر نکال کر ہونے والی صورتحال کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ ایک دہشت گرد نے متعدد بار بند ہال میں داخل ہونے کی کوشش اور فائرنگ بھی کی لیکن ناکام رہا کیونکہ دو سے تین احباب نے اندر کی طرف سے دروازے کو دھکیل کر بند کیا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ دہشت گرد دوبارہ محراب کی باہر کی جانب آیا اور کھڑکیوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ ہر فائر پر گولی کسی نہ کسی کو ضرور لگتی۔ ایک بات میں نے خاص طور پر نوٹ کی کہ گولیاں لگنے کے باوجود بھی کسی احمدی نے بھی واویلا یا چیخ و پکار نہیں کی بلکہ نہایت ہی صبر اور ہمت سے تکلیف کو برداشت کرتے رہے۔ یہ ان کے مضبوط ایمان اور خدا پر توکل کی اعلیٰ مثال ہے۔

میں نے دیکھا کہ وہی دہشت گرد دوبارہ عقبی دروازے کی طرف آیا اور قریباً پندرہ فٹ دور رہ کر اس نے میگزین تبدیل کیا اور دو ہینڈ گرنیڈ نکالے۔ میں نے اس کے ٹراؤزر پر خون کے دھبے دیکھے جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ بھی زخمی ہوا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ نہایت آرام و سکون سے مزید حملہ کر کے نقصان پہنچانے کی تیاری میں ہے۔ میں نے دو تین منٹ تک نہایت ہی خوف اور بے بسی کے عالم میں اس دہشت گرد کی طرف دیکھا جو کسی بطخ کی طرح ہمارے نشانہ پر تھا لیکن افسوس ہم میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ہتھیار نہ تھا۔

جب یہ دہشت گرد اپنی تیاریوں میں تھا تو میں اپنے دماغ میں منصوبے بنانے لگا۔ ایک یہ کہ جب یہ گرنیڈ اندر پھینکے گا تو میں اس کو کیچ کر کے اسی کی طرف اچھالنے کی کوشش کروں گا۔ مگر جب اس نے گرنیڈ پھینکا تو وہ میرے پاؤں کی طرف قریب کچھ ہی فاصلے پر گرا جسے دور ہونے کی وجہ سے میں نہ پکڑ سکا۔ ابھی میں ایک طرف تھوڑا سرکا ہی تھا کہ وہ گرنیڈ پھٹ گیا جس کی وجہ سے جنرل ناصر احمد صاحب کا پورا چہرہ اور سینہ بری طرح زخمی ہو گیا اور کمانڈر اویس صاحب کی ران اور پیروں پر بھی چوٹیں آئیں۔ وہی دہشت گرد کچھ ہی دیر میں اوپر والے ہال کے عقبی دروازہ میں داخل ہوا اور مرکزی ہال میں گرنیڈ پھینکا جس کی وجہ سے میرا پاؤں بھی زخمی ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ فائرنگ بھی کر رہا تھا۔ اس نے ایک داخلی راستہ میں بیٹھے ہوئے احمدی پر تین فائر کئے۔ پھر وہی دہشت گرد میری والی جانب بڑھا۔ میں نے خود کو ایک شہید کے پیچھے چھپا رکھا تھا۔ مجھے لگا اس نے مجھے زندہ دیکھ لیا ہے۔ اس نے اپنا ہتھیار میری طرف سیدھا کر لیا۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اب میں مارا جاؤں گا۔ اس وقت مجھے نہ اپنے خاندان کا اور نہ کسی اور کا خیال آیا بلکہ آیا تو صرف یہ کہ اے خدا! کیا یہ اختتام ہے؟ اسی لمحے میں نے ایک اور سوال خدا سے اپنی مادری زبان میں کیا کہ

''جھڑے نظارے تو مینوں وکھائے سن اوا یہوں سن؟''

یعنی وہ تمام نظارے اور خواب جو تو نے میرے مستقبل کے بارے میں مجھے دکھائے تھے کیا وہ سب یہی تھے؟

میرے رحیم و کریم اور حفاظت کرنے والے خدا نے فوراً ہی میرے سوالوں کا جواب دیا اور اس دہشت گرد نے مجھ پر تین گولیاں چلائیں جو مجھے نہ لگیں۔ پھر وہ فائرنگ کرتا ہوا آگے چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ تو ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دے گا۔ میں اس وقت جس طرح سے لیٹا ہوا تھا اس کو دیکھ نہیں پا رہا تھا۔ پھر کچھ دیر بعد میں نے سر اوپر اٹھا کر ترچھی آنکھ سے دیکھا تو وہ دہشت گرد بائیں سے دائیں ایک ایک کر کے گولیاں چلا رہا تھا۔ وہ ہر بندے کو دو سے تین گولیاں مارتا اور اگلے کی طرف بڑھ جاتا۔ اسی لمحہ میں بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھ کر اس کی طرف لپکا۔ وہ مجھ سے قریباً 24 فٹ کے فاصلہ پر تھا۔ مجھے یاد نہیں میں وہاں اس کے پاس کیسے پہنچا اور کس طرح دبوچ کر اسے نیچے گرا دیا اور اوپر بیٹھ گیا۔ اس کا ہتھیار اس سے دور جا گرا۔ اس وقت میرا دایاں ہاتھ جل گیا۔ میں نے اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو گردن سے دبوچ رکھا تھا۔ اس کے بازو آزاد تھے جن سے اس نے اپنے پیٹ کے اوپر سے کچھ نکالنے کی کوشش کی۔ مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ گرنیڈ نکالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ میں نے اسے گردن سے چھوڑ کر اس کے بازو پکڑ کر اس کے سر پر مکے مارنے شروع کر دیئے۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے اسے نہتا اور بے بس کر دیا ہے تو میں نے مدد کے لئے پکارا۔ جس پر چند احباب فوراً آئے۔ ہم نے اس کو ٹائی سے باندھ دیا۔ پھر میں نے اپنی مدد کو آنے والے احباب سے کہا کہ اس کے پاس اور بھی اسلحہ وغیرہ ہے تو اس سے لے لیں۔ اس کے جسم سے دھماکہ خیز بیلٹ بھی اتار دی گئی۔ کیونکہ وہ اس سے دھماکہ بھی کر سکتا تھا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہی تھا کہ میں نے برق رفتاری سے اس دہشت گرد کو قابو میں کیا تھا۔ وزیر داخلہ رحمٰن

ملک نے بعد میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ خودکش حملہ آور بلاسٹ نہ کر سکا اور زندہ پکڑا بھی گیا۔ زندہ پکڑے جانے والے کی اہمیت اور اس کی حساسیت کا ثبوت یکم جون 2010ء کے اس حملہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ جب اس کو چھڑانے والوں نے جناح ہسپتال پر حملہ کر دیا تا کہ اسے بھی ختم کر کے سارے ثبوت ہی ختم کر دیئے جائیں۔

چنانچہ ہم نے اس دہشت گرد کو نہتا کر کے گرفتار کر لیا۔ میں نے اس کے ساتھ ہی دو احباب کو ساتھ لیا اور بیت کے دیگر ہالوں کی تلاشی لی اور باقی احباب کو تسلی دی کہ حالات اب قابو میں ہیں۔ کسی دوست نے لوگوں کو بھی بتا دیا کہ ایک دہشت گرد پکڑا گیا ہے۔ ہم نے اس کے بعد فوراً ایمبولینس کے لئے کہا جو جلد آ گئیں۔ ہال میں موجود زخمیوں اور شہداء کو فوراً نکالنا شروع کر دیا۔

میں نے پولیس کو بھی اطلاع دی کہ ایک دہشت گرد پکڑا گیا ہے۔ لہٰذا پولیس نے فوراً اس دہشت گرد کو حراست میں لے لیا۔ دوسرا دہشت گرد پہلی منزل پر آ گیا جہاں ہال پہلے سے ہی خدام نے خالی کرا لیا تھا۔ اس کو بھی ایک پتلے دبلے نوجوان سمیت چار دلیر اور حوصلہ مند خدام نے گرفتار کر لیا۔ اگرچہ ان میں سے بھی ایک خادم اس کی گولی سے زخمی ہو چکا تھا۔ پولیس کو اطلاع دینے کے بعد میں احاطہ سے باہر آ گیا اور فوراً اپنے گھر پہنچا اور گھر والوں کو اپنی خیریت اور حالات سے آگاہ کیا۔ میں نے خون آلود کپڑے تبدیل کئے اور طبی امداد کے لئے ہسپتال پہنچ گیا۔

یہ دکھ زدہ، تکلیف دہ اور ہولناک ڈرامہ جو دراصل خون کی ہولی تھی قریباً چالیس منٹ تک جاری رہا۔ اس تمام عرصہ میں میں احباب جماعت کو سراسیمگی کی حالت میں صبر سے زیرلب دعاؤں میں مصروف دیکھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ زیادہ تر شہادتیں مین ہال میں ہوئیں جن کا میں عینی شاہد ہوں۔ جب مجھے اس روز والے اندوہناک واقعہ کی یاد آتی ہے تو مجھے اپنی بے بسی پر افسوس اور اس کسمپرسی پر شرمندگی ہوتی ہے کہ میں کس قدر مجبور اور لاچار تھا۔ میں بار بار اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کاش میں کچھ کر سکتا اور مجھے یہ دکھ بیان کرنے کے الفاظ نہیں ملتے۔

آخری بات جو میں آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے رحم و کرم پر تھے جبکہ کوئی بیرونی دنیاوی امداد ہمیں میسر نہ تھی۔ ایسی صورتحال میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی نے ہم پر کرم کیا اور سینکڑوں معصوم جانیں بچانے میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ ایک روحانی نقطہ نظر ہے کہ اس اندوہناک واقعہ میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہی تھی جو ہم پر سایہ فگن رہی اور میں آپ سب کو اس میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔

چند روز قبل میرے خسر نے ایک خواب میں دیکھا کہ چچا عبداللہ (میرے والد مرحوم) لوگوں کے ہجوم میں کھڑے ہیں اور اپنی دائیں ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ مجھے ایک گولی لگی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ خواب میں بھی کسی قسم کی بے چینی اور پریشانی نہیں ہوتی بلکہ بہت سکون محسوس کر رہے ہیں۔ جب انہوں نے یہ خواب مجھے سنایا میں نے یہ خواب اپنے پر چسپاں کیا۔ پس اس اندوہناک واقعہ کے ایک روز قبل یعنی 27 مئی 2010ء کو میں نے اپنی اہلیہ کو بتایا کہ میں اپنی اس ماہ کی پوری پنشن غریبوں اور ضرورت مندوں کو دوں گا تا کہ خدا تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے بچاتے ہوئے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس اندوہناک واقعہ کے بعد جب میں اپنے خسر کی تلاش میں نکلا اور ان کو مل کر یہ تمام واقعہ بتایا کہ مجھے دائیں ٹانگ میں گرنیڈ لگنے کی وجہ سے زخم آیا ہے اور انہیں اپنا یہ زخم دکھایا تو کچھ احباب میرے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے۔

یقیناً یہ اللہ تعالیٰ ہی کی مصلحتیں ہوتی ہیں جو اپنے طور پر کام کرتی ہیں اور قبل از وقت آنے والے واقعات سے آگاہ کرتی ہیں۔

ایک اور خواب میرے بھانجے نے جو آج کل لنڈن میں مقیم ہے، سنائی جو قابل ذکر ہے۔ اس نے بتایا کہ 27 مئی 2010ء کی شام وہ لیٹ کر ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ اسے اونگھ آ گئی۔ اسی دوران اس نے دیکھا کہ ماموں عبداللہ لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہیں جبکہ انہوں نے کالے رنگ کا عوامی سوٹ پہن رکھا ہے۔ پھر وہ دیکھتا ہے کہ اچانک ماموں عبداللہ غصے سے دوڑ کر کسی سے کوئی چیز چھین لیتے ہیں۔ وہ چیز کوئی ہتھیار ہے۔ جب وہ یہ سب کر چکتے ہیں تو ان کا رنگ دمکنے لگتا ہے۔ بہادری اور دلیری کی چمک ان کے چہرہ سے پھوٹنے لگتی ہے۔

ان دونوں خوابوں میں ایک پیار جھلکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ہی عبداللہ کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ عبداللہ یعنی.....''اللہ تعالیٰ کا بندہ''۔ میں صرف یہی ہوں اور کچھ بھی نہیں۔

جب وہ ساری باتیں میں یاد کرتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ میں اس ہال میں کیوں ٹھہرا رہا اوپری یا نیچے والے حصہ میں کیوں نہ گیا یا پھر کسی اور جگہ کیوں نہ چلا گیا۔ مجھے اپنے بچاؤ کی سوچ کیوں نہ آئی۔ اس تمام عرصہ میں جو خون خرابہ ہوتا رہا ایک لمحہ کے لئے بھی مجھے اپنے بیوی بچوں کا خیال آیا اور نہ ہی اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا۔ میں بالکل اسی حالت میں رہا۔ خطبہ جمعہ شروع ہونے سے لے کر تمام واقعات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ جب میرے پاس ہی گرنیڈ پھٹا تو میں نے اپنے آپ کو صرف اس لئے بچایا یا بچانے کی کوشش کی کہ ایسی پوزیشن لوں کہ موقع ملتے ہی اس دہشت گرد پر جوابی حملہ کر سکوں۔ میں نے سوچا کہ جب دہشت گرد نے تین گولیاں مجھ پر چلائی تھیں اور میں محفوظ رہا تو مجھے یقین ہو گیا کہ جو کام خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے ذمہ ہے وہ میں اب ضرور کر گزروں گا۔

میں خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے مجھے حوصلہ اور کمال ہمت دی۔ جس کی وجہ سے میں اپنے پیاروں کی امیدوں پر پورا اتر سکا۔ ہر لفظ جو میں نے تحریر کیا ہے سچ ہے اور میرے دل کی گہرائیوں سے نکلا ہوا ہے۔ اس واقعے کے بعد سے اب تک جو کہ میں تحریر لکھ رہا ہوں میں نے بہت سے دوستوں کی لاتعداد فون کالز موصول کی ہیں۔ یہ فون کالز مختلف خطوں اور دور دراز علاقوں (وزیرستان، کشمیر، امریکہ، برطانیہ، جرمنی، کینیڈا اور زیمبیا) سے موصول ہوئی ہیں۔ انہوں نے میرے اس اقدام کو سراہا ہے۔ میں انفرادی طور پر ان سب کا ممنون ہوں۔

(ہفت روزہ لاہور 19 جون 2010ء)

بقیہ از صفحہ 12

ہے۔ یہ وہی اللہ کا گھر ہے جس نے مجھے اپنے خالق حقیقی سے ملنے اور اس سے باتیں کرنے کے اسلوب سکھلائے ہیں۔ ان شہداء میں بہت سے ایسے تھے جو رمضان میں اپنے کام کاج کا حرج کر کے دارالذکر میں حاضر ہو کر اپنے روزوں میں چاشنی پیدا کرنے کے لئے خاکسار کی لائبریری سے رمضان کے بارے میں مسائل و احکام پر مبنی کتب کا مطالعہ کرتے اور خاکسار سے بھی سوالات کرتے رہتے۔ ان شہداء میں اللہ کے لوگ ایسے غریب پرور بھی تھے جو آ کر کہتے کہ مربی صاحب! اگر کوئی غریب نادار طالب علم ہو تو ضرور نگاہ میں رکھیں۔ میں اُسے تعلیم دلوانا چاہتا ہوں۔ کوئی مستحق گھرانہ کی بچی کی شادی ہو (اس وقت تک مریم شادی فنڈ کا ابھی اجراء نہ ہوا تھا) تو ضرور بتلائیں خاکسار اعانت کرنا چاہتا ہے ان شہید ہونے والے نوجوانوں میں ایسے بھی تھے جن کو اُن کی مائیں میرے قیام لاہور کے دوران قرآن مجید ناظرہ اور ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کے لئے بھجوایا کرتی تھیں۔ ان میں سے ایک تو دارالذکر کے ساتھ اتنا Attached تھا کہ اس کی ماں کہا کرتی تھی کہ میرے بیٹے کی شادی تو دارالذکر سے ہو چکی ہے۔ ایک شہید کے گھر بچوں کو تسلی کے لئے خاکسار نے فون کیا اور کہا کہ میں خود بھی حاضر ہوں گا آپ کے ابا کے ساتھ تو بہت تعلقات تھے اور آپ کے ابا خاکسار سے بھی بلکہ ہر واقف زندگی سے بہت پیار کرتے تھے تو جواں سال بچی مجھے تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی ''اپنا خیال رکھیں''۔

ایک شہید نوجوان کی والدہ سے تعزیت کے لئے جب احباب اکٹھے ہوئے تو انہوں نے افسوس کے الفاظ پر ٹوک دیا کہ میرے سے افسوس نہ کریں۔ میں تو ایک شہید کی والدہ ٹھہری ہوں۔ شہید کی والدہ شہید کی بیوہ یا بہن بھائی ہونے کا شرف حاصل ہونے کے الفاظ تو قریباً قریباً ہر گھر سے سننے میں آئے۔ بعض احمدی بہنوں نے اس بات پر فخر کا اظہار کیا کہ حضور نے دوران فون مجھے اپنی بہن، اپنی بیٹی کہہ کر پکارا ہے اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ حضور انور کے فونز نے تو زخموں پر پھاہا کا کام کیا۔

یہ وہ عظیم لوگ تھے جنہوں نے ایک روز قبل یعنی 27 مئی کو اپنے اپنے حلقہ جات کی سطح پر ہونے والے خلافت کے اجلاس میں خلافت جوبلی کا عہد دوہرایا تھا اور اگلے ہی روز اس پر مہر صداقت ثبت کر گئے۔ اللہ تعالیٰ شہدائے لاہور کی مغفرت فرمائے۔ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے ان کے پسماندگان جنہوں نے عظیم الشان صبر و تحمل اور حوصلہ کا مظاہرہ فرمایا اجر عظیم عطا فرمائے ان کا خود حامی و ناصر ہو۔ زخمیوں کو محض اپنی جناب سے شفائے کاملہ عطا فرمائے اور جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

ہزار وار سہے جسم و جاں پہ

ثبوت دے دیا عشاق نے محبت کا
نصیب ہو گیا رُتبہ انہیں شہادت کا
کٹا دئے رہِ حق میں انہوں نے سر اپنے
نگوں نہ ہونے دیا سر مگر صداقت کا
ہزار وار سہے جسم و جاں پہ اک نے
ہدف وہ بن گئے ہر قسم کی شقاوت کا
نثار کر دی ہر اک چیز پاس تھی جو بھی
کیا دریغ نہ کچھ جان و مال و عزت کا
وہ اپنا عہد بصد شان کر گئے پورا
نشان بن گئے (دین) و احمدیت کا
خدا قبول کرے جاں نثاریاں ان کی
ہمیشہ سایۂ ہو ان پر خدا کی رحمت کا
انہی کے نقشِ قدم پر ہمیں سارے
ادا کرینگے یقیناً جو حق ہے بیعت کا
ہم اپنے خون سے سینچیں گے باغِ احمد کو
بلند رکھیں گے جھنڈا سدا خلافت کا
اٹھیں گے جتنے بھی فتنے گزرتے جائیں گے
نہیں رہے گا زمانہ غموں کی شدت کا
خدائے پاک ہماری مدد کو آئے گا
خدائے پاک کا وعدہ ہے ہم سے نصرت کا
ہزار سنگِ گراں آئیں راہ میں اشرف
رواں رہے گا سدا کارواں جماعت کا

محمد شفیع اشرف

سانحہ لاہور میں زخمیوں کیلئے
درخواست دعا

محترم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ تحریر کرتے ہیں۔

سانحہ لاہور میں زخمی ہونے والے افراد میں سے اکثر احباب خدا تعالیٰ کے فضل سے ہسپتالوں سے گھر جا چکے ہیں تاہم درج ذیل 6 زخمی احباب ابھی ہسپتالوں میں زیر علاج ہیں۔ ان کی جلد شفایابی کیلئے احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

۞ مکرم ایم عرفان احمد صاحب ابن مکرم ایم صدیق صاحب کے دائیں ٹخنے میں گولی لگی تھی جس نے ٹخنے میں سوراخ کر دیا تھا۔ زخموں کے مندمل ہونے کی رفتار آہستہ ہے مگر اللہ کے فضل سے حالت بہتر ہو رہی ہے۔

۞ مکرم کرنل (ر) سید شمشاد علی صاحب ابن مکرم خواجہ علی صاحب کے بائیں پاؤں میں گولی لگی تھی۔ ان کا دو دفعہ آپریشن ہو چکا ہے لیکن ابھی تک چلنے کے قابل نہیں ہیں۔ امید ہے کہ دو سے تین ہفتے تک ان کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

۞ مکرم محمد اقبال صاحب ابن مکرم محمد شریف صاحب کی بائیں ٹانگ اور ٹخنے پر زخم آئے تھے۔ ان کے پاؤں کی تین انگلیاں کاٹ دی گئی ہیں اور ان کی دائیں ٹانگ بھی فریکچر ہے پاؤں کی پلاسٹک سرجری ہو چکی ہے۔ ان کی حالت بھی بہتر ہو رہی ہے۔

۞ مکرم مبشر احمد صاحب ابن مکرم شفاء اللہ صاحب مرحوم دارالذکر میں گولی لگنے سے زخمی ہوئے تھے۔ گولیوں نے ان کے دونوں پاؤں میں سوراخ کر دیئے تھے۔ ان کے دائیں پاؤں کا آپریشن ہو چکا ہے۔ ان کی حالت بھی بہتر ہو رہی ہے۔

۞ مکرم عطاء الحی صاحب ابن مکرم انور احمد صاحب (شہید) بیت النور میں زخمی ہوئے تھے۔ گولی لگنے سے ان کے پیٹ کی بڑی آنت زخمی ہوگئی تھی۔ گولی نکال دی گئی ہے۔ دوسری گولی کمر کے بائیں جانب لگی۔ ان کو پہلے دن سے بخار ہے اور ان کی شفایابی کی رفتار بہت آہستہ ہے ان کے والد مکرم انور احمد صاحب شہید سیکیورٹی گارڈ بیت النور ماڈل ٹاؤن اس سانحہ میں شہید ہو گئے تھے۔

۞ مکرم پروفیسر بشیر احمد صاحب ابن مکرم سراج دین صاحب کے دائیں ہاتھ اور دائیں ٹانگ پر گولی لگی تھی ان کا بایاں ٹخنہ بھی زخمی ہے۔ مکرم ڈاکٹر عباس باجوہ صاحب نے ان کا تین دفعہ آپریشن کیا ہے۔ ان کی حالت بتدریج بہتر ہو رہی ہے اور امید ہے کہ دو سے تین ہفتے تک انہیں ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں جو احباب گھروں میں شفٹ ہو چکے ہیں لیکن ابھی زیر علاج ہیں ان کیلئے بھی احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ نیز شہداء کے درجات کی بلندی کیلئے بھی دعا کی درخواست ہے۔

مکرم منیر احمد شیخ صاحب امیر
جماعت لاہور کی یاد میں

خود مدتوں تو مسند انصاف پر رہا
انصاف کون دے گا تجھے تیرے قتل کا

رکھیں گے ہم دلوں میں تری خوشگوار یاد
آنسو نکل گیا جو وہ بے اختیار تھا

تو اور تیرے شہید تو اللہ کے ہوئے
ہم بے بسوں نے سب کا جنازہ اٹھا لیا

جس وقت جا نماز تری تھی لہو لہو
تو درس دے رہا تھا درود و سلام کا

ہم رو دیئے کہ ختم ہوئی زندگی تری
زندہ خدا نے کہہ دیا زندہ ہے تُو، بجا

ہم نے غمِ فراق میں آنسو لئے بہا
پر نفس مطمئنہ کو آئی صدا کہ آ

لے کر اک اپنے ساتھ شہیدوں کا قافلہ
اپنے خدا کے پاس تو کس شان سے گیا

میں کس کو داد دوں ترے اس انتخاب کی
مر کر بھی کر گیا تو قیادت کا حق ادا

عبدالمنان ناہیدؔ

(بقیہ از صفحہ 1)

یعنی صادق وہ ہوتا ہے کہ ابتلاؤں کے دن محبت اور وفاداری سے گزارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے شہداء کے درجات بلند کرے ان کے ورثاء کو رحمت اور فضل کے سائے تلے رکھے ہمارے زخمی ہونے والے بھائیوں کو صحت اور تندرستی اور لمبی عمر سے نوازے اور ہم پر ہمیشہ اپنے پیار کی نظر ڈالے اور ہر مشکل میں ہر احمدی کی حفاظت فرماوے۔ آمین

درخواست دعا

۞ مورخہ 28 مئی کو دارالذکر لاہور میں ہونے والے سانحہ میں مکرم ڈاکٹر رفاد صاحب ابن مکرم میجر میر محمد عاصم صاحب اسلام آباد بھی شدید زخمی ہوئے۔ بائیں ٹانگ میں فریکچر ہوا۔ نیز چہرہ گرنیڈ پھٹنے سے زخمی ہو گیا ہے۔ احباب جماعت سے شفاء کاملہ و عاجلہ کیلئے درخواست دعا ہے۔

۞ مکرم مظفر احمد ناگی صاحب ابن مکرم میاں عبدالمجید صاحب جوہر ٹاؤن لاہور کو 28 مئی 2010ء کو بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں ہینڈ گرنیڈ اور فائرنگ سے زخم آئے تھے۔ احباب سے کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

ربوہ میں طلوع و غروب 21 جولائی	
طلوع فجر	3:47
طلوع آفتاب	5:14
زوال آفتاب	12:15
غروب آفتاب	7:15

شادابی
خون صاف کرتی اور خون پیدا کرتی ہے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:047-6212434

دانتوں کا معائنہ مفت ☆ عصر تا عشاء
احمد ڈینٹل کلینک
ڈینٹسٹ: رانا مدثر احمد۔ طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ

لاہور کے تمام علاقوں ڈیفنس ویلنشیا اور جوہر ٹاؤن وغیرہ میں کوٹھیوں اور پلاٹس کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ
عمر اسٹیٹ
فون: 0425301549-50-042-8490083
موبائل: 042-5418406-7448406-0300-9488447
ای میل: umerestate@hotmail.com
452.G4 مین بولیوارڈ، جوہر ٹاؤن II لاہور
طالب دعا: چوہدری اکبر علی

خوشخبری
PIA پر 31 جولائی سے پہلے سفر کرنے والے مسافر حضرات کیلئے حیرت انگیز رعایت
لندن، برمنگھم، مانچسٹر اور گلاسگو کے مسافر حضرات اس خصوصی رعایت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔
نیز قطر ایئر لائن پر بھی خصوصی ڈسکاؤنٹ حاصل کریں
SABINA TRAVEL CONSULTANT
YADGAR ROAD,RABWAH
047-6211211-6213716/0334-6389399
Islamabad
051-2871329,2829702,0300-5105594

FD-10

ہومیو پیتھک ڈاکٹر پروفیسر محمد اسلم سجاد
بانی ہولز موپیتھی (ایڈوانسڈ ہومیوپیتھی)
سے علاج کروانے کیلئے صرف ایسے مریض رابطہ کریں جو کسی بھی طریق علاج سے شفایاب نہیں ہو رہے
047-6214226/0334-6372030

سیال موبل آئل سنٹر اینڈ سپیئر پارٹس
ورکشاپ کی سہولت۔ گاڑی کرایہ پر لینے کی سہولت
نزد پھاٹک اقصیٰ روڈ ربوہ
عزیز اللہ سیال
047-6214971
0301-7967126

الفضل روم کولر
جستی کولر، گیزر، گیس اوون، واٹر کولر آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں۔
ہر کمپنی کا AC خریدیں اور ہمارے منظور شدہ ڈیلر سے فٹ کروائیں۔ گیس اوون، AC سروس اور مرمت کا کام کیا جاتا ہے۔ AC کے لئے سٹیبلائزرز بھی دستیاب ہیں۔ ہر قسم کا واٹر پمپ اور بورنگ کا کام بھی کیا جاتا ہے۔
نوٹ: کولر، گیزر، گیس اوون۔ ہر قسم کا AC پرانا نئے کے ساتھ تبدیل کروائیں۔ نیز ہر قسم کی موٹر وائنڈ کروائیں۔
فیکٹری: 1-B-16-265 کالج روڈ نزد اکبر چوک ٹاؤن شپ لاہور موبائل: 0300-4026760
فون نمبر: 042-5114822,5118096

ہر کمپنی کے سپلٹ یونٹ مارکیٹ سے بارعایت خرید فرمائیں
احمدی احباب کیلئے انسٹالیشن پر خصوصی رعایت
فریج۔ فریزر۔ واشنگ مشین
T.V ۔ گیزر۔ ائرکنڈیشنر
سپلیٹ۔ ٹیپ ریکارڈر
موبائل فون دستیاب ہیں
عثمان الیکٹرونکس
7231681
7231680
7223204
طالب دعا: انعام اللہ
1۔ لنک میکلوڈ روڈ بالمقابل جودھامل بلڈنگ پٹیالہ گراؤنڈ لاہور